کلیات رخشاں ابدالی

دبستانِ عظیم آباد کا ایک گمنام مگر باکمال شاعر

مولانا سیّد شاہ محمد عثمان رخشاںؔ ابدالیؒ

(آمد: 1908 — رخصت: 1982)

ترتیب وتدوین

ڈاکٹر شاہ رشاد عثمانی

کلیات رخشاں ابدالی

مرتبہ
ڈاکٹر شاہ رشاد عثمانی

اپلائڈ بکس
APPLIED BOOKS

''یہ کتاب اردو ڈائرکٹوریٹ، محکمہ کابینہ سکریٹریٹ، پٹنہ [بہار]
کی اشاعتی امداد سے شائع ہوئی ہے اور مصنف کے خیالات سے
محکمہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔''

کلیات

رخشاں ابدالی

دبستانِ عظیم آباد کا ایک گمنام مگر باکمال شاعر

مولانا سیّد شاہ محمد عثمان رخشاںؔ ابدالیؒ

(آمد: 1908 — رخصت:1982)

ترتیب وتدوین

ڈاکٹر شاہ رشاد عثمانی

اپلائڈ بُکس
APPLIED BOOKS

نام کتاب : کلیات رخشاں ابدالی

شاعر : مولانا سیّد شاہ محمد عثمان رخشاں ابدالی

مرتب و ناشر : ڈاکٹر شاہ رشاد عثمانی

ریٹائرڈ ایسوسی ایٹ پروفیسر و صدر شعبۂ اردو

انجمن آرٹس سائنس اینڈ کامرس کالج اینڈ پی جی سینٹر، بھٹکل-581320 (کرناٹک)

موبائل: 9449127861 ای میل:dr.s.r.usmani@gmail.com

کمپوزنگ : آئنیسٹی، شاہ بازار، ہبلی۔

تزئین و سیٹنگ : محمد عمران (اردو بک ریویو، نئ دہلی۔ ۲)

صفحات : 288

قیمت : 400 روپے

اشاعت : مارچ 2021

زیر اہتمام : اپلائڈ بکس، نئ دہلی۔ فون:011-23266347

ISBN 978-93-83239-91-7

ملنے کے پتے

☆ اردو بک ریویو، 1739/104 فرسٹ فلور، ایم پی اسٹریٹ، پٹودی ہاؤس، دریا گنج، نئ دہلی-110002 Email: urdubookreview@gmail.com

☆ مرکزی مکتبہ اسلامی، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، نئ دہلی-110025

☆ بیت الرشاد، شانتی باغ، نیو کریم گنج، گیا-823001 (بہار)

KULLIYAT RAKHSHAN ABDALI

Compiled & Published by: **Dr. Shah Rashad Usmani**

Edition: March 2021 Pages: 288 Price Rs. 400/-

Printed at: Jawahar Offset Printers, New Delhi - 110002

ترتیب

[کلیات رخشاں ابدالی]

نعتیں

غزلیں

نظمیں

منقبت

کلام فارسی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عرضِ حال

والدِ محترم کے انتقال کے بعد ان کی بہت سی فائلیں اور کاغذات دیکھنے کا موقع ملا، جس میں جناب رخشاںؔ ابدالی مرحوم کی ایک چھوٹی سی ڈائری بھی مجھے ملی جو اُن کی غزلوں اور نظموں سے بھری ہوئی تھی۔ رخشاںؔ ابدالی خاندانی طور سے ایک صوفی بزرگ اور شاعر تھے جو پوری زندگی صوفیوں کے مسلک 'خاک شود گمنام شو' پر سختی سے عمل پیرا رہے۔ اسی لیے چھپنے چھپانے سے ہمیشہ گریز کیا اور کبھی اپنے مجموعہ کلام کی اشاعت کی فکر نہیں کی۔ اُن کے انتقال کو چالیس سال مکمل ہونے کو ہیں، اب اچانک ان کی ڈائری کو دیکھ کر مجھے خیال آیا کہ کیوں نہ ان کو ترتیب دے کر شائع کر دیا جائے تاکہ یہ قیمتی کلام دست بردِ زمانہ سے محفوظ ہو جائے۔ چنانچہ جب اس بات کا تذکرہ آپ کے منجھلے صاحبزادے برادرِ محترم جناب مسعود ابدالی سے کیا تو انہوں نے بھی میری بات سے اتفاق کیا اور ان کا بقیہ کلام جو اُن کے پاس موجود تھا مجھے بذریعہ ای میل بھیج دیا۔ پورا کلام مختلف ڈائریوں میں متفرق و منتشر طور پر تحریر تھا۔ انہیں مختلف اصنافِ شاعری کے تحت جمع کرنا ایک بڑا کام تھا جو بحمد للہ پورا ہوا۔ اب نئی ترتیب کے ساتھ باذوق قارئین کی خدمت میں نذر کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں:

گر قبول افتد زہے عز و شرف

حضرت رخشاںؔ ابدالی کا جتنا کچھ کلام بھی دستیاب ہو سکا، اس کا بڑا حصہ غزلوں پر مشتمل ہے، علاوہ ازیں حمد و نعت و منقبت، رباعیات و قطعات اور نظمیں بھی بڑی تعداد میں موجود ہیں۔ خاص طور سے آپ کی نعتیں عشقِ رسول میں ڈوب کر اور عام ڈگر سے ہٹ کر لکھی گئیں جو رسمی نہیں قلبی ہیں اور نعتیہ ادب کا قیمتی سرمایہ ہیں۔ رخشاںؔ ابدالی کا اصل میدان غزل گوئی ہے۔ کیفیت و کمیت دونوں لحاظ سے یہ زیادہ ہے۔ اسی لیے میں نے اپنے مقدمہ میں انہیں خاص طور سے موضوع گفتگو بنایا ہے۔ اُن کے

یہاں ایک بڑا تجربہ تصوف ہے۔ان کی عارفانہ شاعری میں روحانی مشاہدات کے ذکر کے ساتھ تزکیۂ نفس بھی ہے۔اسے آپ ان کا فکری نظام بھی کہہ سکتے ہیں جو موروثی طور پر انہیں حاصل ہوا ہے۔

اس شعری مجموعہ کی ترتیب وتدوین میں بلاشبہ ہمیں کٹھن مراحل سے گزرنا پڑا۔مرحوم رخشاںؔ ابدالی کے قلمی نسخے کی تصحیح آسان کام نہیں تھا۔اس کے بعد ہی مسودہ اشاعت کے لائق ہوسکا۔ان تمام دشوار گزار مرحلوں میں میرے عزیز دوست معروف شاعر اور صحافی ڈاکٹر محمد حنیف شباب (بھٹکل) اور کرم فرما جناب محمد عارف اقبال (مدیر، اردو بک ریویو، نئی دہلی) نے خصوصی طور پر اپنا دستِ تعاون دراز کیا۔اس سلسلے میں بہ صمیم قلب ان کا ممنون ہوں۔

مجھے امید ہے کہ ناقدین و محققین حضرات اور ارباب شعروادب اس گم نام مگر باکمال شاعر کی طرف التفات فرمائیں گے اور اپنی آرا سے ہمیں نوازیں گے۔

عسکری اپارٹمنٹ
گورنمنٹ ہاسپٹل روڈ
بھٹکل۔(کرناٹک)

رشاد عثمانی
۳۱/مارچ ۲۰۲۰ء

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

ڈاکٹر شاہ رشاد عثمانی

رخشاںؔ ابدالیؒ: شخصیت اور شاعری

پیدائش: ۲۸ ربیع الثانی ۱۳۲۶ھ مطابق: 31 مئی 1908ء
وفات: ۳۰ ربیع الثانی ۱۴۰۲ھ مطابق: 25 اپریل 1982ء

بہار میں اردو زبان و ادب کی تاریخ عروج و زوال کی منزلیں طے کرنے کے بعد آج ایک ایسے دور سے گزر رہی ہے جو اپنے اثر و رسوخ، رنگارنگی، رونق افروزی اور ہنگامہ خیزی کے اعتبار سے اپنی مثال آپ ہے۔ تاریخ کے ہر دور میں یہاں کی خاک سے ایسے ادبا و شعرا صوفیا و علما اور مفکرین و دانشور پیدا ہوئے جنھوں نے اپنے فکر و نظر کی تابندگی اور جہد و عمل کی روشنی سے نہ صرف سرزمین بہار بلکہ پورے ملک کو منور کیا۔ خصوصاً بیسویں صدی کے آغاز سے ہی میدان شعر و ادب اور تحقیق و تنقید میں صاحب بصیرت اہل قلم حضرات کا ایک قافلہ متحرک نظر آتا ہے، جس نے مختلف اصناف ادب پر اپنی کامیاب طبع آزمائی اور خداداد صلاحیتوں سے ایک عالم کو متاثر کیا ہے۔

ملک کے دوسرے علاقوں کی طرح بہار میں بھی اُردو زبان کی ابتدائی نشو و نما اور ترویج و ترقی صوفیائے کرام کی کوششوں کی مرہون منت رہی ہے۔ جن کی آمد یہاں چھٹی اور ساتویں صدی ہجری ہی سے شروع ہو چکی تھی۔ اردو زبان و ادب کی خدمت و تخلیق میں بہار بھی اس وقت سے سرگرم عمل ہے جبکہ دکن میں قطب شاہی اور عادل شاہی دارالحکومتیں اردو کا مرکز تھیں۔ عبدالقادر بیدلؔ، ملا محمد علیم تحقیقؔ، غلام نقش بند سجادؔ، شاہ الفت حسین فریادؔ اور عماد الدین عمادؔ جیسے شعرا داد سخن دے رہے تھے۔ تفصیلات کے لئے مختلف ادبی و تحقیقی تصانیف و تذکروں مثلاً غلام حسین شورشؔ کی تذکرۂ شورش، صغیرؔ بلگرامی کی جلوۂ خضر اور شاد عظیم آبادی کی نوائے وطن کے علاوہ کاشف الحقائق از امداد امام اثرؔ، تاریخ

شعرائے بہار از سید عزیز الدین بلخی، بہار میں اردو زبان وادب کا ارتقا از سید احمد اختر اور ینوی اور بہار میں اردو نثر کا ارتقاء از سید مظفر اقبال وغیرہ کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔

بہار میں اردو شاعری کا جو عظیم ارتقا ہے مختلف مصنّفین نے اس کا تفصیلی تذکرہ لکھا ہے۔ آج بہار یا عظیم آباد ایک ادبی دبستان ہے۔ ہماری شاعری سید عماد الدین پھلواروی، راسخؔ عظیم آبادی، شادؔ عظیم آبادی، صغیرؔ بلگرامی، اکبرؔ دانا پوری، شوقؔ نیموی، فضل حق آزاد اجتبیٰ رضوی، جمیلؔ مظہری، رازؔ عظیم آبادی اور ثاقب عظیم آبادی سے ہوتی ہوئی اخترؔ قادری، عطاؔ کاکوی، پرویزؔ شاہدی، کلیم عاجزؔ اور اس کے بعد کی نسل تک ایک ارتقائی سفر پیش کرتی ہے۔

ریاست بہار میں اردو زبان کے آغاز اور شعر وشاعری کے تعلق سے بطور تمہید اب تک جو چند اشارے کئے گئے ہیں اس سے یہاں کی ادبی وتخلیقی سرگرمیوں کی ایک اجمالی تصویر ضرور ہمارے سامنے آجاتی ہے۔ آزادی سے کچھ پہلے اور کچھ بعد تک آسمان شعر وادب پر کہکشاں کی طرح چمکنے والے شعرا میں اخترؔ قادری، عطاؔ کاکوی، رمز عظیم آبادی اور پرویزؔ شاہدی وغیرہ کے معاصرین شعرا میں جناب رخشاںؔ ابدالی کا نام بھی آتا ہے۔ جو سرزمین بہار (قصبہ اسلام پور، ضلع نالندہ) کے رہنے والے تھے۔ جن کے بارے میں کہا جاسکتا ہے کہ:

روشن ہے بزم غیر ہمارے چراغ سے

دراصل تقسیم ہند کے فوراً بعد آپ کراچی جا بسے اور وہاں کی علمی وادبی سرگرمیوں میں نمایاں کردار ادا کیا۔

خاندانی پس منظر

نالندہ ضلع میں اسلام پور ایک تاریخی اور قدیم قصبہ ہے۔ اس کی قدامت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ یہاں سے ایک کلومیٹر کے فاصلہ پر ایک بودھ مندر کی شکستہ عمارت ہے جس کا تذکرہ پٹنہ گزیٹر میں بھی ملتا ہے۔ جس میں ایک سنگی کنواں اور سنگی لاٹ ہے (جو اشوک کی دوسری لاٹوں سے مشابہہ ہے اور اس پر پالی زبان میں گوتم بدھ کی تعلیمات کندہ معلوم ہوتی ہیں جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ یہ قصبہ ماضی میں کم ازکم اشوک کے عہد میں ضرور موجود تھا خواہ اس کا نام اس عہد میں کچھ اور رہا ہو۔ ماضی میں مسلمانوں نے بھی اس قصبے کی اہمیت کو محسوس کیا تھا حضرت بہاء الدین شہید جو فاتح

اسلام پور تھے۔ ان کی قبر گڑھ پر موجود ہے۔ خانقاہ اسلام پور کے کتب خانہ میں موجود حضرت رخشاں ابدالی کے والد حضرت شاہ عبدالقادر ابدالیؒ کے مرتبہ نسب نامہ ''انوار ولایت'' سے معلوم ہوتا ہے کہ دیوان شاہ حبیب اللہ قادری اسلامپوری کی ایک صاحبزادی کی شادی عبداللطیف خلجی بن مولانا مظہر خلجی سے ہوئی تھی۔ حضرت دیوان شاہ حبیب اللہ قادری کی پیدائش اسلام پور میں ہوئی جو دسویں صدی ہجری کے مشہور بزرگ حضرت عزوم شاہ دولت منیری کے ہم عصر تھے۔

اس طرح اسلام پور میں مسلمانوں کی موجودگی تاریخی طور پر دسویں صدی ہجری سے ہی ثابت ہو جاتی ہے۔ حضرت شمس الدین محمود بدایونی کے پرپوتے حضرت دیوان شاہ حبیب اللہ قادری نے اسلام پور (ضلع نالندہ) میں بودوباش اختیار کی اور اپنی خانقاہ قائم کی۔ انہوں نے اپنی صاحبزادیوں کی شادیاں ہمدانی، بلخی اور ابدالی بزرگوں سے کیں۔ اس طرح خانقاہ اسلام پور سے نہ صرف قادریہ اور فردوسیہ سلسلے کا فیضان جاری ہوا بلکہ سلاسل سہروردیہ، فردوسیہ اور زاہدیہ کی تعلیمات روحانی سے بھی لوگ مستفیض ہوئے۔ حضرت سید شاہ ولایت علی اسلام پوری سجادہ نشین خانقاہ اسلام پور بارہویں صدی ہجری کے بہت مشہور اور بافیض بزرگ تھے۔ اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ اسلام پور کا علاقہ شروع ہی سے صوفیائے کرام کی توجہ کا مرکز رہا ہے جو وقتاً فوقتاً یہاں تشریف لائے اور حسب موقع سکونت بھی اختیار کی بلاشبہ اسلام پور کی خانقاہ نے ہر دور میں دینی وروحانی کمالات کے ساتھ ساتھ علمی وادبی طور پر بھی اپنی شان وعظمت قائم رکھی۔

حضرت رخشاں ابدالی کے دادا حضرت سید شاہ فرزند علی صوفی منیری خانقاہ اسلام پور کے فیضان اور یہاں کے دینی وروحانی ماحول کے پیش نظر منیر شریف سے نقل مکانی کر کے مستقل طور سے اسلام پور تشریف لے آئے تھے۔ آپ کی آمد سے یہاں کی دینی وروحانی فضا میں علمی وادبی رنگ بھی شامل ہو گیا۔ حضرت صوفی منیری کی ادبی خدمات پر پروفیسر محمد طیب ابدالی نے ایک ضخیم کتاب تصنیف کی۔ لہٰذا ان کے خاندانی پس منظر کا تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''آپ کی چوبیسویں پشت میں گلشن رسالت کے ایک ممتاز پھول حضرت امام جعفر صادق کے صاحبزادے حضرت امام محمد دیباجؒ کی ذات بابرکات نمایاں نظر آتی ہے۔ امام محمد دیباج کے متعلق متعدد تذکروں اور نسب

ناموں میں تحریر ہے کہ آپ حضرت امام جعفر صادق کے پانچویں صاحبزادے تھے۔ یہ خلیفہ منصور کے عہد خلافت میں زیادہ مشہور ہوئے۔ اولاد امام حسین ہونے کے سبب مقبولیت اور عوام کی توجہ زیادہ ہوئی تو خلیفہ منصور کو اندیشہ ہوا۔ اس نے ملزم قرار دے کر آپ کو زندہ دیوار میں چنوا دیا تو آپ کے صاحبزادے حضرت سید جعفر نیشاپوری مع اہل وعیاں ملک خراساں چلے آئے پھر یہ خاندان نیشاپور منتقل ہو کر متوطن ہو گیا۔''

''حضرت سید جعفر نیشاپوری کی اولاد میں سے حضرت سید علیم الدین گیسودراز دانشمند نیشاپوری 740ھ میں رشد ہدایت اور ولایت کا مقام حاصل کرنے کی غرض سے بہار تشریف لائے اور اس وقت کے معروف بزرگ حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین یحیٰ منیری سے مرید ہوئے اور اجازت وخلافت سے نوازے گئے۔ آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت سید محمد فردوسی کی شادی حضرت مخدوم شاہ بدرالدین بدر عالم زاہدی کی بیٹی ولیہ کاملہ حضرت بی بی ابدال سے ہوئی اس نسبت سے آپ کی اولاد ابدالی کہی جاتی ہے۔ حضرت فرزند علی صوفی منیری کا خاندان اپنی عظمت اور بزرگی کی وجہ سے ہندوستان اور خصوصاً صوبہ بہار میں ممتاز رہا ہے۔ اور ننیہالی خاندان فاتح بہار حضرت امام محمد تاج فقیہ کے بڑے صاحبزادے حضرت اسرائیل کی اولاد میں سے ہیں۔ حضرت اسرائیل کے پوتے اور دانائے تصوف کے درخشندہ ستارے حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحیٰ منیری ہیں۔ جن کی بڑی بیٹی حضرت بی بی فاطمہ کی اولاد میں حضرت صوفی منیری ہیں۔ حضرت صوفی منیری 1838ء میں قصبہ منیر شریف میں پیدا ہوئے۔ سات سال کی عمر میں والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ آپ کے والد حضرت سید شاہ محمد علی ابدالی اپنے وقت کے جید عالم اور مشہور صوفی تھے۔ آپ کے ماموں شاہ اعظم علی عرف بیکن منیری نے آپ کی اور آپ کے بھائی اور بہن کی پرورش کی۔ ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی۔ آپ کی شادی خانقاہ اسلام پور کے سجادہ نشین حضرت سید شاہ ولایت علی ہمدانی کی صاحبزادی

سے ہوئی۔آپ اپنے بڑے بھائی حضرت سید شاہ اولاد علی کے دست مبارک پر بیعت ہوئے اور اجازت وخلافت سے نوازے گئے پھر حضرت نے آپ کو اپنا جانشین بنایا۔حضرت صوفی منیری کو کتب بینی اور تصنیف وتالیف کا بڑا شوق اور فطری میلان تھا۔آپ کی تصوف پر متعدد نثری وشعری تصانیف ہیں آپ کا وصال ۶/ذی قعدہ ۱۳۱۸ھ خانقاہ اسلام پور میں ہوا اور وہیں سپرد خاک ہوئے۔آپ کے بعد آپ کی مسند سجادگی پر آپ کے صاحبزادے حضرت سید علی کامل اسلام پوری جلوہ افروز ہوئے۔‘‘

(بحوالہ ’پروفیسر طیب ابدالی کی خدمات‘ مصنفہ ڈاکٹر عبدالحی بہار شریف، صفحہ ۳۵ اور ۳۶)

حضرت سید علی کامل اسلام پوری کے انتقال کے بعد حضرت صوفی منیری کے دوسرے صاحبزادے حضرت شاہ عبدالقادر ابدالی خانقاہ اسلام پور کے سجادہ نشین ہوئے اور جن کے انتقال کے بعد حضرت شاہ عبدالقادر ابدالی کے بڑے صاحبزادے اور جناب رخشاںؔ ابدالی کے بڑے بھائی حضرت شاہ ابوالبرکات صاحب خانقاہ اسلام پور کے سجادہ نشین ہوئے۔

پیدائش اور نام ونسب

آپ کا نام محمد عثمان تخلص رخشاںؔ اور ابدالی خاندانی لقب ہے۔آپ کی پیدائش ۲۸/ربیع الثانی ۱۳۲۶ھ بمطابق 30/مئی 1908ء کو قصبہ اسلام، ضلع پٹنہ بہار میں ہوئی۔آپ کا پدری نسب نامہ یہ ہے: حضرت شاہ عثمان رخشاںؔ ابدالی بن حضرت شاہ عبدالقادر ابدالی بن حضرت شاہ فرزند علی صوفی منیری بن حضرت محمد علی بن حضرت علی بن حضرت غلام مرتضیٰ بن حضرت سید جہانگیر بن حضرت سید سدا بن حضرت فخرالدین بن حضرت شہاب الدین بن حضرت احمد علی بن حضرت سید جہانگیر بن حضرت سید محمود بن حضرت محمد بن حضرت علیح الدین گیسودراز دانشمند نیشاپوری بن حضرت مسعود بن حضرت عبدالمغنی بن حضرت حسین بن حضرت ابراہیم بن حضرت اسماعیل بن حضرت جعفر نیشاپوری بن حضرت سیدنا امام محمد دیباج بن حضرت سیدنا امام جعفر صادق بن حضرت سیدنا امام باقر بن حضرت سیدنا امام زین العابدین بن حضرت امام حسین بن امیر المومنین حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ۔

(کتاب الانساب مرتبہ شاہ عبدالودود عثمانی، صفحہ 94 اور 95)

تعلیم

حکیم سید احمد اللہ ندوی نے ''تذکرہ مسلم شعرائے بہار'' کئی جلدوں میں مرتب کر کے شائع کیا ہے۔ اس کتاب کی جلد دوم میں رخشاںؔ ابدالی کا کلام مختصر تعارف کے ساتھ موجود ہے۔ جس میں مصنف کتاب لکھتے ہیں :

''آپ (رخشاںؔ ابدالی) حضرت مولانا سید شاہ محمد عبدلقادر ابدالی سجادہ نشین خانقاہ اسلام پور ضلع پٹنہ بہار کے چھوٹے فرزند ہیں ۔ ۲۸ ربیع الثانی ۱۳۲۶ھ آپ کی تاریخ ولادت ہے۔ اب کراچی بہار کالونی میں سکونت پذیر ہیں۔آپ نے قصبہ بہار شریف ضلع پٹنہ کی ممتاز دینی وعربی درسگاہ مدرسہ اسلامیہ سے سند فراغ حاصل کی اور حضرت مولانا حکیم حاجی سید شاہ محمد رفیق صاحب شہباز پوری ثم اسلامپوری سے بھی جو اپنے عصر کے جید وممتاز اور مجمع الاسناد عالم تھے 1350ھ میں سند حدیث اوران کی مرویات کی اجازت لی۔ شاعری میں جناب عرفانؔ اسلام پوری تلمیذ حضرت صوفی منیری علیہ رحمہ شاگرد حضرت غالبؔ دہلوی سے تلمذ حاصل کیا۔ رسالہ ندیم گیا،فطرت راجگیر اور گنجینہ پٹنہ میں آپ کے قابل ذکر مضامین شائع ہوئے۔ معارف اعظم گڈھ یادگار لاہور اردو قومی زبان کراچی ،مخزن الحمرا لاہور وغیرہ رسائل میں مقالات شائع ہوئے ہیں۔جن میں تحقیقی مقالہ'اردو نثر کی ارتقاء میں ارباب بہار کا حصہ' ندیم کے بہار نمبر 1935ء میں اور'غالب کی اصلاحیں' مخزن جولائی 1950ء کو بڑی وقعت کی نظر سے دیکھا گیا۔ ایک کتاب صوفی منیری آپ کی تالیف ہے۔ جو ابھی شائع نہیں ہوئی ہے۔آپ نہایت متواضع ،خلیق ،کم سخن ،علم دوست اور علمی وادبی مضامین کے لئے ہمیشہ قلم کو متحرک رکھنے والے افراد میں سے ہیں اور رجوعات (References) کے لئے ضروری کتابوں کا ایک مختصر کتب خانہ بھی آپ کے پاس ہے۔ اس راقم (سید احمد اللہ ندوی) کے آپ سے دیرینہ تعلقات اور روابط ہیں۔ اوراس تذکرہ کے مواد کی فراہمی میں بھی آپ سے مدد ملی ہے۔آپ کے بڑے بھائی سید شاہ ابوالبرکات مشربؔ تخلص خانقاہ قصبہ

اسلام پور ضلع پٹنہ کے سجادہ نشین ہیں آپ سے جناب رخشاںؔ کی بیعت سلسلۂ قادریہ میں ہے اور اپنے پیر کی جانب سے مجاز ہونے کے علاوہ اپنے والد حضرت سید شاہ محمد عبدالقادر ابدالی علیہ رحمہ سے بھی تمام سلاسل و اعمال و احزاب واوراد کے مجاز ہیں۔'' (تذکرہ مسلم شعرائے بہار جلد دوم، صفحہ 48اور 49، ناشر ومؤلفہ: حکیم سید احمداللہ ندوی، پیر الٰہی بخش کالونی کراچی)

تصنیف تالیف

جیسا کے حکیم سید احمداللہ ندوی کراچی کے مندرجہ بالا مختصر اقتباس سے معلوم ہوا کہ جناب رخشاںؔ ابدالی مرحوم ایک خوش فکر شاعر کے ساتھ ساتھ بلند پایہ نثر نگار بھی تھے۔ جنہوں نے اپنے عہد کے معتبر ادبی رسائل میں وقیع تحقیقی مقالات تحریر کئے۔ رخشاںؔ ابدالی کے بڑے فرزند ڈاکٹر سید کمال ابدالی (نیویارک، امریکہ) نے بھی اپنے والد پر لکھی گئی ایک مختصر قلمی یادداشت میں یہ ساری باتیں قلم بند کی ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

''رخشاںؔ ابدالی اپنے علم و فضل، شعر و سخن اور تبحر و تفکر سے اپنے عہد کے معاشرے کو مستفید کرتے رہے، لیکن انہوں نے اس علم اور سند کو اپنا ذریعہ معاش کبھی نہیں بنایا، بلکہ اسکولوں اور کالجوں میں ملازمت کر کے عمر گذاری''۔

آپ کے علمی کمالات کا تعارف کراتے ہوئے وہ مزید لکھتے ہیں۔

''رخشاں ابدالی کی ادبی نگارشات شعر اور نثر دونوں میں ہیں ظریفانہ مضامین بھی لکھے لیکن نثر میں ان کا سب سے اہم کام وہ ادبی و تحقیقی مقالات ہیں جو ندیم گیا، گنجینہ پٹنہ، معارف اعظم گڑھ، یادگار لاہور، ماہنامہ قومی زبان اور سہ ماہی اردو، کراچی، مخزن لاہور، الحمراء لاہور، میں شائع ہوتے رہے ہیں۔ ایک مقالہ 'اردو نثر کے ارتقاء میں اربابِ بہار کا حصہ' ماہنامہ ندیم گیا میں شائع ہوا تھا۔ اور اسی طرح ایک مقالہ 'غالب کی اصلاحیں اپنے ایک شاگرد کے کلام پر' مخزن لاہور میں شائع ہوا جو اہل علم و ادب کے درمیان بڑی وقعت کی نظر سے دیکھا گیا۔ ایک سلسلہ مضامین ۔۔۔ اپنے خطوط کے آئینہ میں کئی قسطوں میں مسلسل نکلتے رہے ہیں۔ یہ سارے مضامین اردو محققین و ناقدین میں کافی پسند

کئے گئے۔آپ نے چند عربی ادب پاروں کا اردو میں ترجمہ بھی کیا تھا۔“

رخشاں ابدالی کی بلند پایہ ادبی شخصیت کے شخصی اوصاف پر تیز روشنی ڈالتے ہوئے کمال ابدالی آگے لکھتے ہیں۔

”رخشاںؔ ابدالی کی علمی اور ادبی صلاحیتوں کے اکثر قدردان تو ظاہر ہے کہ ان سے ذاتی طور پر واقف نہیں تھے، لیکن جن کو ان سے ذاتی واقفیت کی سعادت ملی تھی ان کی نظر میں رخشاںؔ ابدالی ایک جوہر نایاب تھے اور ایک گزرے ہوئے دور اور گزری ہوئی قدروں کے نمائندہ تھے۔ بہت کم سخن، متواضع اور خلیق تھے۔ اپنے کمال اور قابلیت کو کسی لائق نہ سمجھنے والی حد درجہ منکسر المزاج شخصیت رکھتے تھے۔ہاں دوسروں کے علم اور خصوصیات حسنہ کے قدردان تھے۔گمنامی کو شہرت غیر مستحقہ پر، فقر کو دولت پر اور روحانی ترقی کو دنیاوی کامیابی پر ترجیح دیتے تھے“۔

وفات

رخشاںؔ ابدالی تقسیم ہند کے ساتھ ہی 1947ء میں ہندوستان سے ہجرت کر کے کراچی منتقل ہو گئے تھے۔ اور وہاں کی قدیم بستی لیاری کے علاقہ بہار کالونی میں تاحیات سکونت پذیر رہے۔ 25/اپریل 1982ء میں انتقال ہوا۔اور وہیں کراچی کے شیر شاہ قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔ان کے انتقال کی خبر جیسے ہی والد محترم مولانا شاہ طیب عثمانی ندوی کو ملی انہوں نے دوسرے ہی دن اپنی بڑی بہن محترمہ طاہرہ خاتون کراچی کے پتہ پر ایک تعزیتی خط لکھا، یہ خط من وعن نقل کیا جارہا ہے۔اس خط سے بھی حضرت رخشاںؔ ابدالی کی شخصیت اور حالات کا کچھ اندازہ ہوتا ہے:

گیا۔۔۔29/اپریل 1982ء، محترمہ ہمشیرہ صاحبہ۔۔۔سلام وتحیات

کل 28/اپریل کی شام کو اچانک حسیب سلمہٗ کا ٹیلی گرام ملا۔جس سے دولہا بھائی کے انتقال پرملال کی خبر ملی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ دولہا بھائی پچھلے ایک برس سے جس طرح بستر علالت پر تھے اور معذور زندگی گذار رہے تھے ان حالات میں یہ خبر غیر متوقع نہ تھی۔لیکن ہم لوگوں پر یہ بجلی بن کر گری اور

پورا گھر سوگوار ہوگیا۔ میری نگاہوں کے سامنے 36 برس پہلے کے واقعات وحالات تصویر کی طرح پھر گئے ۔ 1946ء کے واقعات، اسلام پور سے گیا ہوتے ہوئے ان کا سفر ہجرت، ابا کا انتقال، ملک کی تقسیم، پھر آپ کی جدائی، یہ سارے واقعات پردۂ سیمیں پر آنکھوں کے سامنے اس طرح گزرے جیسے کل کی بات ہو، افسوس اس کا ہے کہ طویل ایام گزر گئے اور ملاقات نہ ہوسکی۔ ذاتی احوال وکوائف نے ہم میں سے کسی کو بھی موقع نہ دیا کہ ایک دوسرے سے مل سکتے ۔ بہر حال دولہا بھائی کی وفات حسرت آیات سے تاریخ کا ایک باب بند ہوگیا۔ صرف ان کی دائمی جدائی ہی کا غم نہیں ہے، بلکہ زندہ رہتے ہوئے اپنے دیار اور اعزہ واقربا سے مسلسل جدائی کی محرومی سے احساس غم زیادہ ہوتا ہے۔ آپ نے اپنی پوری زندگی جس رفاقت وخدمت کا حق ادا کیا ہے، واقعہ یہ ہے کہ وہ ہمارے خاندان کے لئے مثالی اور سرمایہ افتخار رہے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے صبر ورضا کا نمونہ بنایا ہے۔ اس الم ناک حادثہ پر اظہار تعزیت کے لئے نہ میرے پاس الفاظ ہیں اور نہ قلم میں طاقت ہے۔ کاش اس موقع پر آپ تک پہنچ کر آپ کے غم میں برابر کا شریک رہتا۔ ایسے موقع پر میں کس طرح کہوں کہ صبر کیجئے آپ نے تو پوری زندگی صبر وشکر میں گذاری ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ ''مرضی مولیٰ ہمہ از اولیٰ'' کے اصول پر ہم سب کو راضی بہ رضا رہتے ہوئے خدا سے صبر جمیل کی دعا کرنی چاہیئے ۔ ساتھ ہی میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ دولہا بھائی کی لغزشوں سے درگذر کرتے ہوئے ان کی مغفرت فرمائے اور اپنی جوار رحمت میں جگہ دے۔ اب دعائے مغفرت ہی ان کے ساتھ محبت وتعلق کے اظہار کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین۔

والسلام آپ کے غم میں برابر کا شریک آپ کا بھائی... طیب عثمانی

(مجموعہ مکاتیب خیابان خیال صفحہ 175)

اولادواعقاب

والدِمحترم مولانا شاہ طیب عثمانی نے اپنے والدِ ماجد حضرت مولانا شاہ محمد قاسم عثمانی کی سوانح ''حیاتِ دوام'' کے نام سے مرتب کی ہے۔جس میں اولادواعقاب کے ذیلی عنوان کے تحت رخشاںؔ ابدالی کے اہل وعیال کا بھی تفصیلی ذکر کیا ہے۔مناسب یہ ہے کہ اس حصہ کا ایک اقتباس یہاں نقل کر دیا جائے:

> ''محبوب الاولیاء حضرت مولانا شاہ محمد قاسم عثمانی فردوسی کی دو شادیاں ہوئی تھیں۔پہلی شادی جناب سیّد شاہ رمضان علی صاحب دیورہ ضلع گیا کی دخترِ نیک اختر بی بی رابعہ سے ہوئی تھی،جن سے صرف ایک لڑکی بی بی طاہرہ خاتون تولد ہوئیں اور پھر ان کا انتقال ہوگیا۔آپ نے بی بی طاہرہ کی شادی کی تقریب خانقاہ اسلام پور کے صاحب سجادہ حضرت مولانا سیّد شاہ عبدالقادر ابدالیؒ کے چھوٹے صاحبزادے مولانا سیّد شاہ محمد عثمان رخشاںؔ ابدالی سے اپنے ہاتھوں سے انجام دی جو ماشاءاللہ صاحب اولاد ہیں۔حضرت محبوب الاولیاء کے انتقال کے بعد بی بی طاہرہ اپنے شوہر اور بچوں کے ساتھ کراچی چلی گئیں۔ بی بی طاہرہ کے تین صاحبزادے کمال ابدالی،مسعود ابدالی اور حسیب ابدالی ہوئے اور دو صاحبزادیاں نعیمہ ابدالی اور صفیہ ابدالی ہوئیں۔تمام بچوں نے اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔اپنی علمی صلاحیت اور ذاتی صالحیت کی بنا پر تینوں صاحبزادے امریکہ میں اعلیٰ عہدوں پر فائز ہیں۔اپنے شوہر کے انتقال کے بعد بی بی طاہرہ بھی کراچی سے اپنے تمام بچوں کے ساتھ امریکہ منتقل ہوگئیں اور تا حال وہیں مقیم ہیں۔''

(حیاتِ دوام،صفحہ 137)

شاعری

جنابِ رخشاںؔ ابدالی (1908 — 1982) کا عہد اپنے سیاسی وسماجی پس منظر کے لحاظ

سے ہندوستان کی تاریخ کا ایک نازک ترین دور رہا ہے، جب تحریک آزادی کی جدوجہد اپنے اختتامی مرحلے میں داخل ہو چکی تھی، جنگ عظیم ثانی کا زمانہ تھا، ساری دنیا میں سیاسی اتھل پتھل جاری تھی۔ ادبی سطح پر ترقی پسند تحریک اپنے شباب پر تھی۔ رخشاں ابدالی کے معاصرین شعراء میں فیض احمد فیضؔ (1910—1984)، پرویزؔ شاہدی (1910—1968)، مجازؔ لکھنوی (1911—1955)، احسان دانشؔ (1913—1982)، جاں نثار اخترؔ (1914—1976)، غلام ربانی تاباں (1914—1973) اوراختر الایمان (1915—1996) جیسے مشاہیر میدان شعر و ادب میں سرگرم عمل تھے۔ ترقی پسندوں نے اس دور میں غزلوں سے زیادہ نظموں پر توجہ دی اوراس کا دامن رنگا رنگ مضامین سے بھر دیا، حقیقت پسندی اس دور کی شاعری کی بنیاد بنی۔ کچھ ہی دنوں بعد اس ادبی تحریک کا ردعمل حلقۂ ارباب ذوق کی صورت میں سامنے آیا جہاں ہلکی رومانیت اور کسی حد تک حقیقت پسندی کی آویزش ملتی ہے۔ لیکن رخشاںؔ ابدالی ان دونوں انتہاؤں سے پاک کلاسیکی لب ولہجہ کے شاعر تھے۔ جو نہ تو ترقی پسند ادبی تحریک کی نظریاتی ادعائیت سے متاثر ہوئے اور نہ ہی کبھی جدیدیت کی گرم بازاری اور تجربے کے نام پر فن و ہیئت میں ہونے والی بے راہ روی کے شکار ہوئے۔ آپ کے کلام میں سادگی، صفائی، روانی اور رعنائی بدرجۂ اتم پائی جاتی ہے۔ غزل کا کلاسیکی لب ولہجہ ہر ایک کو متاثر کرتا ہے۔ آپ کی شاعری جذبات میں ہلچل اور تحرک پیدا کرتی ہے۔ وہ الفاظ کے پیچ وخم میں الجھانے کے بجائے قاری کو تفہیم کے سیدھے سادے راستے پر چلاتے ہیں۔ ان کی شاعری سریع الفہم ہے، لطف و مسرت اور بصیرت وآگہی ان کے کلام کی نمایاں خصوصیت ہے۔

حضرت رخشاںؔ ابدالی اپنے وقت کے جید عالم دین، باکمال صوفی بزرگ اور کہنہ مشق کلاسیکی شاعر تھے۔ ان کی علمیت وادبیت اپنی جگہ مسلّم تھی، تصوف واحسان اور شعروسخن کا ذوق ان کا خاندانی ورثہ تھا، جیسا کہ ہم نے ان کی حیات وشخصیت کے مطالعہ میں دیکھا کہ وہ ایک بڑے صوفی خاندان کے چشم و چراغ ہیں، جن کے والد، چچا اور بڑے بھائی شاعر تھے۔ خود ان کے جدامجد حضرت سیّد شاہ فرزند علی صوفی منیری جو خانقاہ کے سجادہ نشین، صاحب دیوان شاعر اور ریاست بہار میں غالبؔ کے مشہور شاگرد تھے۔ چنانچہ یہ تمام تبرکات 'خاندانی' ورثہ میں حضرت رخشاںؔ کو بھی حاصل ہوئے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے بھی خاندانی روایت کے مطابق علوم ظاہری و باطنی کا گہرا مطالعہ کیا اور دین ودنیا

اور حقیقت و مجاز کے اسرار و رموز سے واقف ہوئے۔ جس سے شاعری میں فنی لطافت کے ساتھ گہری معنویت پیدا ہوئی۔ انہوں نے صرف اچھی شاعری کی تخلیق ہی نہیں کی بلکہ اچھی شاعری کے امکانات کو روشن کیا۔

رخشاںؔ ابدالی کی شاعری ایمان ویقین کی شاعری ہے۔ فلسفہ وتصوف سے وہ اچھی طرح آشنا تھے۔ اسی کے ذریعہ ذہن وفکر کو جلا بخشی اور عرفان ذات تک پہنچے، انسان اور انسانیت تک رسائی حاصل کی۔ انہوں نے انسانی عظمت کی بات کی۔ زندگی کی اصل حقیقتوں پر سے پردہ کشائی کر کے انسان کے مقصد وجود کو روشن کیا اور آخرت کی حقیقت کو اس خوبی سے پیش کیا کہ کاروان عمر کے قدموں کے نشانات ملک عدم کی جانب نظر آنے لگے۔ آپ کی شاعری میں ان باتوں کے علاوہ دیگر داخلی عناصر بے ثباتی دنیا، تسلیم و رضا، فنا و بقا، غم پرستی اور نشاط آمیزی وغیرہ کی خصوصیات بھی پائی جاتی ہیں۔ چند اشعار ملاحظہ فرمائیے:

اک قافلہ جو ہے سوئے منزل رواں دواں
پہنچاتی ہے یہ زیر زمیں رہ گزر کہاں

مرنے ہی پہ موقوف حیات ابدی ہے
دلوں کے لیے بقا خود ہے یہ خواب عدم اپنا

اذعان و نصیب ہی تو ہے سرمایہ ہمارا
یہ لعل و گہر اپنا یہ دام و درم اپنا

ہے راہ وہی اور وہی منزل مقصود
ہے آج بھی رہبر وہی نقش قدم اپنا

بھروسہ کیا ہے ہم نفس! حیات مستعار کا
نفس نفس فنا نشاں قدم قدم پہ نیستی

وگرنہ خود میں کیا، مری دعا کیا
نیاز و التجا ہے اس سے مقصود

کیا ہی شیریں تلخی ایام ہے
پڑگئی ہے جس سے خو تسلیم کی

عشق ومحبت کا تصور شعرائے غزل کے یہاں عام ہے۔ غالبؔ واقبالؔ نے اس تصور کو ایک نیا معنی دیا۔ رخشاںؔ ابدالی کے تصور عشق میں پاکیزگی کے ساتھ صحت مندی بھی پائی جاتی ہے، جس کی

بنیادالٰہی تقدس اور پاکیزہ جذبہ پر ہے۔ زندگی میں اسی اعلیٰ تصورعشق سے جان آتی ہے اور انسان روحانی ارتقا کے منازل طے کرتا ہے۔ جناب رخشاںؔ کے یہاں اسی تصورعشق نے ہجر کا عذاب، فراق کی لذت، داغ محبت، وفورِ غم وغیرہ جیسے مختلف قسم کے جذبات پیدا کیے ہیں۔ چند اشعار دیکھیے:

جو دل ہی اس نگہ تشنہ زا سے ساز کرے
تو پھر ہجوم بلا کیوں نہ ترک و تاز کرے

درد سے خالی ہے رخشاںؔ! تو ہے کیا قدر اس کی
دل وہ کیا درد و الم سے جو ہم آغوش نہ ہو

رخشاں ابدالی کے یہاں دراصل عشق کا تصور اعلیٰ اخلاقی اقدار کے پس منظر میں نت نئے معانی اور مضامین کے ساتھ جلوہ گر ہوا ہے۔ ان کے نزدیک عشق ایک نہایت ہی مقدس اور پاکیزہ جذبہ ہے، زندگی میں اس جذبہ کی حیثیت بنیادی ہے، اس کے بغیر انسان کی فکری و عملی تکمیل نہیں ہوسکتی۔ لیکن اس کے کچھ اور تقاضے بھی ہیں۔ اس وادیٔ پرخار میں قدم رکھنے کے لیے اُن تقاضوں کو پورا کرنا ہوگا۔ راہ عشق کے مسافروں کے مقدر میں مشکلات، مصائب، پریشانیاں اور رسوائیاں ہوتی ہیں، جن سے نبرد آزما ہونا ضروری ہے۔ ؎

عاشق کی بساط ہی بھلا کیا — ہم کیا ہیں ہمارا مدعا کیا
تماشا دے گی وفا بھی تمہیں وفا اپنا — تمہیں خدا کی قسم تم جفا سے باز نہ آؤ

ادا حق محبت خوب رخشاں نے کیا بے شک
حضور یار نذر اس نے متاع جسم و جاں رکھ دی

اس کوچے میں گر خراب ہے تو
دل! عشق میں کامیاب ہے تو

غم سے خالی کبھی ان کے تو نہ اوقات رہے
عشق والے ہمہ دم مورد آفات رہے

ہاں غم و عیشِ جہاں کے نہ ہوئے پھر وہ اسیر
قیدی عشق ہر اک قید سے آزاد رہے

ان اشعار میں عشق کی بے قراریاں، پریشانیاں، آفات اور حادثات پوری طرح نمایاں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ رخشاںؔ ابدالی کی شاعری میں انسانی اور آفاقی عناصر کی کارفرمائی نظر آتی ہے۔ خدا کی عبادت اور مخلوق خدا کی خدمت کا تصور صوفیائے کرام کا مرکزی نقطہ نظر رہا ہے۔ یہ وہ محور ہے جس کے گرد ان کی پوری زندگی گھومتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی شاعری کا رنگ عاشقانہ کے ساتھ ساتھ عارفانہ بھی ہے۔

تصوف کے موضوعات میں تنوع اور مضامین میں بڑی وسعت ہوتی ہے اور ان مسائل کو اردو غزل میں شروع ہی سے برتا گیا ہے۔ دراصل غزل کی زبان اور اسلوب اور تصوف کے اسرار و رموز بیان کرنے کے لیے خاص طور سے موزوں تھے۔ عشق مجازی کے معاملوں کی طرح عشق حقیقی کے واردات و کیفیات کے لیے تغزل کا پیمانہ مناسب خیال کیا جاتا رہا ہے۔ اس لیے تصوف کے سہارے علم وحکمت اور دانائی نے بھی دیوان غزل میں جگہ پائی۔ حافظؔ و رومیؔ سے غالبؔ و اقبالؔ تک غزل کے پیمانہ میں جس طرح علم وحکمت کے عارفانہ اسرار و رموز بیان کیے گئے ہیں، اس سے اس دور کا ذہنی وفکری اور شعری ارتقا نمایاں نظر آتا ہے۔ اردو غزل میں اٹھارہویں صدی کے حضرت مظہرؔ جانجاناں اور خواجہ میرؔ درد ہوں یا بیسویں صدی کے نصف اول میں حضرت رخشاںؔ ابدالی کی شاعری عشق حقیقی کا رنگ ہر جگہ نمایاں نظر آتا ہے۔ وہ تصوف و احسان کے ساتھ تغزل اور شعریت کے دامن کو کبھی ہاتھ سے نہیں چھوڑتے اور اپنے روحانی تجربوں کو نرم اور آہستہ سروں میں بیان کرتے ہیں جو ان کی قلبی کیفیتوں اور اخلاص کی آئینہ دار ہیں۔ اس سلسلے میں رخشاںؔ ابدالی کے چند اشعار نہیں کئی غزلیں پیش کی جاسکتی ہیں۔ ایک غزل دیکھیے تصوف اور تغزل کا کیسا نقطہ عروج ہے:

کہنے کو وہ نہاں رہے، پھر بھی عیاں رہے
ان کی نشاں دہی کو ہزاروں نشاں رہے
جلووں میں تیرے محو جو ہو، پھر کہاں رہے
پیش یقیں مجال کہاں ہے گماں رہے
جب تک چلے زباں ترا ہی بیاں رہے
جب لب کھلے تو اس پہ تری داستاں رہے

پیوستہ چشم تر یونہی آنسو رواں رہے
اس کی حدیث شوق سے تر یہ زباں رہے
ہو جلوہ گر جو حسن حقیقت بہ صد جمال
پھر یہ جمال ہستی وہمی کہاں رہے
کیا خوب ہیں شگفتہ یہ گلہائے داغ دل
یا رب ہرا بھرا یونہی یہ گلستاں رہے
سینہ ہو داغ داغ تمنائے دوست میں
الفت کی یادگار تو کوئی نشاں رہے
رخشاں ہے تیرہ زنگ خودی سے یہ آئینہ
اس میں شبیہ دوست کا پرتو کہاں رہے

رخشاں ابدالی کی شاعری کا جب ہم بہ نظر غائر مطالعہ کرتے ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ان کے فن کی اصل خوبی ان کا ایمان ویقین ہے۔ خدا پر یقین، آخرت کا تصور، جناب رسولؐ اور اصحاب رسولؓ سے محبت، یہ وہ عناصر ہیں جن سے ان کی شاعری کا خمیر تیار ہوا ہے۔ ان کی شاعری کی اہم خصوصیت عشق ومحبت اور تصوف ومعرفت ہے۔آپ کے یہاں داخلیت کا عنصر زیادہ رہا ہے۔ اس کی وجہ شاید وہ سیاسی وسماجی حالات ہیں جن سے اس وقت پورا ملک گزر رہا تھا۔ اجتماعی زندگی کے انتشار نے انفرادیت کو جنم دیا، لیکن ہر دور کے صوفیائے کرام نے اس انفرادیت کو حقیقتاً اجتماعی اصلاح کا ذریعہ اور وسیلہ بنایا۔ تصوف یقیناً ان کا مسلک اور مشرب تھا اور یہ رابطۂ عوام کا ذریعہ بھی تھا۔ اس انفرادی اصلاح کے ذریعہ وہ حقیقی اسلامی انقلاب لانا چاہتے تھے، جس کی ضرورت وہ معاشرہ میں محسوس کر رہے تھے۔ رخشاںؔ ابدالی کے یہاں تصوف کے مضامین 'برائے شعر گفتن خوب است' کے مصداق نہیں ہیں بلکہ روحانی واخلاقی اصلاح کا ذریعہ ہیں۔ آپ ایک اہل باطن بزرگ تھے، جن کے یہاں تصنع اور بناوٹ کی گنجائش نہیں تھی۔ ان کا مقصد معرفت الٰہی کے ذریعہ عرفان ذات تھا اور مخلوق خدا کی ہدایت وخدمت کے ذریعہ قرب الٰہی تک پہنچنا تھا۔

مختصر یہ کہ آپ کی غزلوں میں وہ تمام داخلی عناصر پائے جاتے ہیں جو ایک اعلیٰ درجہ کی

شاعری میں ہونی چاہیے، پھر ان سے شعروادب کی جو تخلیق ہوتی ہے اس میں شاعری کے وہ تمام خارجی عناصر مثلاً سادگیٔ بیان، سلاست و روانی، تشبیہات و استعارات، شاعرانہ مصوری، فکر انگیز جوش بیان، سوز و گداز، رمز و ایما، حسن ادا، تمثیل نگاری اور اثر آفرینی پائی جاتی ہے۔ رخشاںؔ ابدالی کی شاعری کی یہ تمام ایسی داخلی و خارجی خوبیاں ہیں جن سے اُن کے فن میں ہمیشہ تابندگی رہے گی۔

اب میں رخشاںؔ ابدالی کے چمنستان غزل سے بطور مثال ظاہری و خارجی خوبیوں کے لحاظ سے چند اشعار پیش کرتا ہوں۔ سب سے پہلے خالص غزل کا یہ شعر دیکھیے جس میں محبوب کی سنگ دلی کا ذکر کیا گیا ہے اور جو کلاسیکی شاعری کا عمومی مزاج ہے:

اک چیز عجب ہیں یہ حسیں بھی   دل سنگ کا چہرہ ہے پری کا

اور میرؔ سے متاثر یہ شعر:

اس بار عظیم کا اٹھانا   بس تھا یہ کمال آدمی کا

اور اس شعر میں غالب سے استفادہ ملاحظہ ہو:

پیارے ہوں جو دین و دل تو رخشاںؔ   رخ بھی کرنا نہ اس گلی کا

غالب کی زمین اور اس کے رنگ میں ڈوبی ایک غزل کا یہ شعر بہت خوب ہے، جس میں کہتے ہیں کہ میں دیر اور حرم میں سجدے کیوں کروں، کیا میرے محبوب کا سنگِ در موجود نہیں ہے:

سجدے کروں دیر میں! حرم میں!   سنگ در یار مٹ گیا کیا

تلمیح شاعری کی ایک اہم صنعت ہے۔ رخشاں کے یہاں اسلامی اور قرآنی تلمیحات کی بہتات ہے۔ چند شعر دیکھیے:

لطف زیست تنہا کیا یوں اکیلے جینا کیا
کیا کریں گے جی کر بھی حضرت خضر تنہا

مانا کہ کوہ طور نہیں طور دل تو ہے
اے کاش ہو وہ جلوہ فگن بھی ادھر کہیں

تلمیح کے بعد ایک شعر میں تضاد کی خوبی دیکھیے ؎

شام آئی اب وہ روشنیٔ بام و در گئی
روشن امید شمع تمنا کو کر گئی

صنعت تضاد کا حاصل یہ ایک عمدہ شعر ہے۔شام کے آتے ہی بام و در کی روشنی غائب ہوگئی مگر امید اور تمنا کی شمع روشن ہوگئی۔کیا خوب معنوی تضاد ہے۔اسی طرح کا ایک شعر یہ بھی ہے:

لب چشمۂ حیواں ہے، آنکھیں ہیں غضب قاتل
یہ دونوں کرشمے ہیں خود اپنے مسیحا میں

پیکر تراشی یا تصویر کشی ہماری شاعری کی اہم خوبی ہے۔اس کی چند عمدہ مثالیں دیکھیے:

اللہ اللہ کیا بہار افزا ہے فکر روئے دوست
دل خیال چہرہ گلفام سے گل پوش ہے

اللہ کی قدرت کا رخشاںؔ ہے تماشائی
حیران نظارہ ہے ایک بت کے سراپا میں

یہ کالی گھٹائیں، نشیلی ہوائیں　　نہ کروؔ دیر ساقی پلا بھی خدارا
وہ عالم عتاب میں کاکل کی برہمی　　ناگن کی طرح کھاتی ہے بل پیچ و تاب میں
تیرے فروغ رخ کا وہ عالم نقاب میں　　ہو جیسے مگن نیّر تاباں سحاب میں

بصری پیکر کی ایک مثال ہے:

قطرۂ اشک نے لگائی ہے آگ　　قہر ہے ایک بوند پانی کی

حِسّی پیکر یہاں دیکھیے:

جاں بخشی ہے نکہت جو یہ پھیلی ہے فضا میں
وہ زلف معنبر ہے مگر دست صبا میں

انسان کی بڑھتی ہوئی کمند بازی پر ایک اچھا طنز دیکھیے:

یہ حال انساں کا ہے اپنی مجبوری کے عالم میں
خدا جانے یہ کیا کر گزرے جب مختار ہوجائے

اور یہ شعر انسانی حوصلے اور لاتقنطو کی تفسیر بیان کرتا ہے:

مبارک بادِ صرصر کو مبارک برق سوزاں کو!
فراہم خار وخس پھر آشیاں برباد کرتے ہیں

ایک یہ تیور دیکھیے:

رہنما کا احسان اب کون اپنے سر لے گا
دل میں اب یہ ٹھانی ہے طے کروں سفر تنہا

محبوب سے شکوہ شکایت کی یہ ادا دیکھیے:

آپ کے جور و جفا ظلم وستم جانتے ہیں
آپ جیسے ہیں ستم گار یہ ہم جانتے ہیں

دوسری طرف یہ کہتے ہیں:

شکر ہے آپ نے ہم کو نہ بھلایا دل سے
از پئے مشق جفا آپ کو ہم یاد رہے

یعنی غنیمت ہے کہ آپ نے مجھے دل سے نہیں بھلایا اور مشق ستم کے لیے مجھے یاد رکھا۔اس شعر میں نکتہ یہ ہے کہ انسان یاد اس کو رکھتا ہے جس سے اس کو محبت ہوتی ہے یا نفرت۔ چونکہ نفرت اور محبت دونوں ایک ہی سکہ کے دو رخ ہیں، لہٰذا اس میں تمیز وتفریق ممکن نہیں ہے۔

رخشاںؔ ابدالی اردو اور فارسی زبان پر یکساں قدرت رکھتے تھے۔ اس لیے ان کی زبان نہایت خوبصورت اور تخلیقی خوبیوں سے مزین ہے۔ان کے یہاں ترکیب بندی کا بھی دلچسپ ہنر نظر آتا ہے۔ان کے اسلوب وتراکیب پر غالبؔ واقبالؔ کا بھی اثر ہے اور کہیں کہیں اصغرؔ وجگرؔ کا بھی انداز پایا جاتا ہے۔آپ کی غزلوں میں عام طور سے زبان و بیان کی صحت وصفائی،سلاست و روانی، شگفتگی، جدت ادا، سادگی و پرکاری،سوز وگداز،غنائیت،فصاحت، والہانہ پن، جذبہ واحساس کی شائستگی اور تہذیبی و اخلاقی اقدار کی نگہداری نمایاں خصوصیات ہیں۔ دلیل کے طور پر ان کے متفرق اشعار پیش کیے جاسکتے ہیں لیکن شاعری کی ان تمام خوبیوں سے مزین ان کی کئی غزلیں میرے سامنے ہیں۔ بطور مثال صرف ایک غزل حاضر خدمت ہے:

ہلچل سی ہے اک برپا جذبات کی دنیا میں
دریا میں تلاطم ہے یا جوش ہے دریا میں
احباب ہیں سرگرداں کیوں فکر مداوا میں
اس درد کا درماں ہے کب دست مسیحا میں
ہے محو جبیں سائی کس شوق میں اک خلقت
ہے کیسی کشش یا رب اس نقش کف پا میں
تم جلوہ فگن دل میں تم میرے تصور میں
تصویر تمہاری ہے اس دیدۂ بینا میں
رفعت کی تمنا میں اڑ اڑ کے کہاں پہنچا
اک جوش کا عالم ہے ہر ذرۂ صحرا میں
تم میرے دل و جاں ہو، تم جان تمنا ہو
تم خلوت دل میں ہو تم دیدۂ بینا میں
لب چشمۂ دیواں ہے آنکھیں ہیں غضب قاتل
یہ دونوں کرشمے ہیں خود اپنے مسیحا میں
اللہ کی قدرت کا رخشاں ہے تماشائی
حیران نظارہ ہے اک بت کے سراپا میں

رخشاں ابدالی کی غزلیہ شاعری چونکہ اپنے اندر قلبی واردات، شدید احساسات، تہذیب جذبات اور خلوص فن کی خصوصیات رکھتی ہے، اس لیے 'از دل خیزد و بر دل ریزد' کی مثال بھی پیش کرتی ہے۔ مختصر یہ کہ اردو غزل کے ارتقا میں یہ غزلیں متاع بے بہا ہیں جو ایک محفوظ مقام کی حامل ہیں۔ اسی لیے ان کو ترتیب دے کر زیور طبع سے آراستہ کرنا ضروری تھا تا کہ آئندہ ان کے تحقیقی و تنقیدی جائزہ اور تعین قدر و مقام کا اہم کام انجام پا سکے۔

☆☆☆

حمد

تو چھپے لاکھ شناسا ہے زمانہ تیرا
ذرہ ذرہ کی زباں پر ہے فسانہ تیرا

گل کی رنگت میں ترا جلوہ ہے اے صانع حسن
نغمہ بلبل کی زباں پر ہے ترانہ تیرا

عقل انساں کے احاطے ہی سے یہ باہر ہے
ہوسکے کس سے بھلا وصف یگانہ! تیرا

مرتسم ہیں دل انساں پہ ترے نقش جمال
گویا عالم میں یہ ہے آئینہ خانہ تیرا

نعتیں
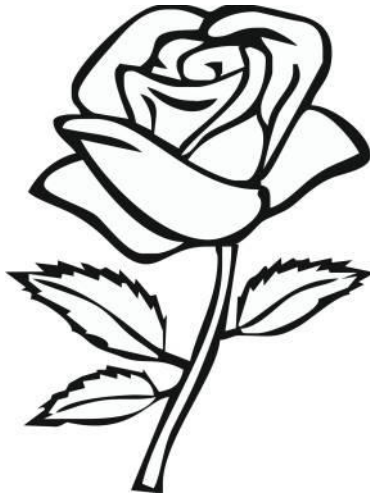
سَیِّدنا شَفِیعُنَا صَلِّ علیٰ مُحمدٍ
آپ پہ جان و دل فدا صَلِّ علیٰ مُحمدٍ

صاحب رتبۂ دَنیٰ صل علیٰ مُحمدٍ
آپ حبیبِ کبریا صَلِّ علیٰ مُحمدٍ

سید و سرورِ جہاں، اوج نشین لامکاں
خاتم و شاہِ انبیا صَلِّ علیٰ مُحمدٍ

احمد پاک و مصطفی ، نام ہے کتنا جانفزا
اسم کہ داروے شفا صَلِّ علیٰ مُحمدٍ

علمِ لَدُنّی آپ کا مہبطِ وحی، ذات پاک
''اُمّیِ'' لقب ہے پیار کا صَلِّ علیٰ مُحمدٍ

نورِمبین و اوّلیں، جس سے جہاں ہے مستنیر
ہادیِ حقّ و حق نما صَلِّ علیٰ مُحمّدٍ

فردِ فرید و منتخب، خاصۂ خاصِ حق ہیں آپ
آپ صفیِّ اصفیا صَلِّ علیٰ مُحمّدٍ

وحی ترا سخن سخن ، لفظ ہے یا گل چمن
لب پہ نوید جانفزا صَلِّ علیٰ مُحمدٍ

رخشاں! درود و نعت کا خوب ہی ہے یہ مشغلہ
وقت پہ کام آئے گا صَلِّ علیٰ مُحمدٍ

خلق کے سرور ، فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم
رہبر بر حق، ہادئ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
وردِ معظم، ذکر افخم صلی اللہ علیہ وسلم
اہلِ وِلا کا اسم اعظم صلی اللہ علیہ وسلم
وِرد ہے لب پر آنکھیں پُرنم صلی اللہ علیہ وسلم
کتنا ہے پر کیف یہ عالم ! صلی اللہ علیہ وسلم
یاد تری ہے دافع ہر غم صلی اللہ علیہ وسلم
نام ترا ہر زخم کا مرہم صلی اللہ علیہ وسلم
صنعت خالق، صورت زیبا روئے مبارک صبح تجلی
آپ ہیں یا اک نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم
حسن ہی حسن سراپا اُن کا خُلق اتم ہے شیوہ ان کا
اللہ اللہ! اُن کا عالم صلی اللہ علیہ وسلم
مہر رسالت کی کرنوں سے ہوگیا ذرّہ ذرّہ روشن
لطف و عطا بے حد و نہایت، عفو و تحمل، کیا کہنا
بحرِ کرم ہیں عفوِ مجسم! صلی اللہ علیہ وسلم
آپ کا فیض ہے عالم عالم صلی اللہ علیہ وسلم
روح پہ ہے اک کیف ساطاری، دل میں لذت آنکھیں پرنم
لب پہ ہے تیرا اسم معظم، صلی اللہ علیہ وسلم
رحمت باری، نورِ الٰہی، شمعِ ھدیٰ، محبوبِ خدا ہیں

شاہُ رسُل ہیں، نبیِّ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
پاک نہاد و پاک خصائل، اللہ اللہ ان کے فضائل
خاصۂ حق ہیں رسولِ معظم صلی اللہ علیہ وسلم
امت کی فکریں ہیں ہردم ، اس شفقت کے کیا کہنے
آنکھیں ہیں اس غم سے پرنم صلی اللہ علیہ وسلم
دل کی ہے تسکین اُسی سے جان میں جان آتی ہے اُسی سے
لب پر تیرا نام ہو پیہم صلی اللہ علیہ وسلم
شافع امت ، رحمت عالم ، آپ ہیں ہم کو بھولیں گے کیا
آپ کے ہوتے رخشاںؔ ! کیا غم صلی اللہ علیہ وسلم

ذات تیری رحمۃ للعالمینؐ — فخرِ موجودات و فخرِ مرسلیں
فخر یہ تیرا کہ نورِ اوّلیں — ہے شرف تجھ کو کہ ختم المرسلیں
تیرے جلوے سے ضیا عالم کی ہے — تیری صورت ہے کہ ہے مہر مبیں
حسنِ یوسفؑ خود اسی سے مستنیر — دو جہاں میں کون تجھ سا ہے حسیں
نور خود نورِ مبیں ہے 'الکتاب' — ق — ملتِ بیضا ترا دینِ مبیں
نور سے تیرے فضا معمور ہے — آسماں سے نور تیرا تا زمیں
تیری الفت دیں مرا، ایماں مرا — الفتِ حق تیری الفت بالیقیں
خلقتِ عالم کا باعث تیری ذات — تیرے صدقے میں یہ افلاک وزمیں

اک نگاہِ لطف کا محتاج ہے
تیرا رخشاںؔ یا شفیعؐ المذنبیں

دل کی کشش ہے سوئے محمد ﷺ　　اپنا حرم ہے کوئے محمد ﷺ
کوئے محمد ﷺ، روضۂ رضواں　　طاق حرم ابروئے محمد ﷺ
آنکھوں میں مازاغ کا سرمہ　　تجھ پہ فدا گیسوئے محمد ﷺ!
نطق، نویدِ رحمتِ باری　　کیا ہے لبِ خوش گوئے محمد ﷺ
اپنے دشمن کے بھی محسن!　　عفو و عطا ہے خوئے محمد ﷺ
عالم عالم رخشاںؔ! معطر
چار سو ہے خوشبوئے محمد ﷺ

عالم نور ہے رحمت کی گھٹا چھائی ہے　　مژدۂ روح فزا آج صبا لائی ہے
دل کو پھر آج سرِ انجمن آرائی ہے　　گلشنِ حسنِ عقیدت میں بہار آئی ہے
ہوگیا جلوہ نما ماہ ربیع الاول　　حبّذا صلی علیٰ ماہ ربیع الاول
فضل خالق سے ہوئی صبح سعادت کی نمود　　للّٰہ الحمد کہ طالع ہوا ماہ مقصود
رونق کفر مٹی، مٹ گئے باطل معبود　　خیر رائج ہوا، نابود ہوا شر کا وجود
لائے تشریف لئے برکتوں کو ماہ عرب　　ہوئے پیدا وہ جو ہیں فخر عجم، شاہ عرب
للّٰہ الحمد ہوا احمد مرسل کا وجود　　جن کی آمد سے ہوئی ظلمت باطل نابود

وہی محبوبِ خدا ، اور ، وہی حق کا مقصود
جن کے اخلاق حمیدہ تھے ، خصایل محمود

حق کی رحمت میں وہ ، اللہ کی رحمت ان پر
شافعِ حشر ہیں، ہے ختمِ رسالت ان پر

افضل و خیر بشر ہیں، شہِ ابرار ہیں وہ
سرور و ختمِ رسل سیّدِ اخیار ہیں وہ

وہ محمدؐ ہیں، تو خود احمدِ مختار ہیں وہ
مدح وتوصیف کے شایان وسزاوار ہیں وہ

ہیں نبیوں کے وہ سردار، رسولوں کے امام
اللہ اللہ ہے کس درجہ بلند ان کا مقام

السلام اے کہ ہے ہستی تری محبوبِ خدا
السلام اے کہ تری ذات سے ہستی کی ضیا

السلام اے کہ ترے نور کا سارا جلوہ
السلام اے کہ تجھے قربِ مقاماتِ دَنیٰ

ہو سلام آپ پہ یا احمدِ مختار سلام
ہو درود آپ پہ، ہو آپ پہ سرکار! سلام

تری چشمِ حقیقت بیں میں ہے مازاغ کا سرمہ
ترے گیسوے دلکش کا ہے خود روح الامیں شیدا

ترے عفو و ترحم کا ، تری رافت کا کیا کہنا
کہ تیری شان ہے یہ، حق نے خود اس کو ہے فرمایا

وِلا سے تیری سرسبزی ہے ساری مزرعِ دل کی
محبت تیری خود ایماں ، مکین گنبدِ خضرا !

ترے لب سے جو نکلا کلمہ، بے شک کلمۂ حق ہے
ترا فرمایا ہر ہر لفظ ہے خود وحی ما یوحیٰ

محبِّ حق ہو تم، محبوبِ حق ! مقصودِ حق تم ہو!
نبیّوں میں ہو تم بے شبہ لاثانی و بے ہمتا

سہارا اپنا تم ! شافع ہو تم ! حامی و ناصر تم !
مرے سید! مرے آقا! مرے ملجا! مرے مولا!

پڑھے جاؤں، پڑھے جاؤں تمہارا نام بے گنتی
کہ ہوگی اس کی برکت سے خدا کی یاد خود تازہ

ترے کاکل کی نکہت سے مشامِ جاں معطر ہے
کہیں مشکِ ختن یہ ہے، کہیں ہے عنبرِ سارا!

نہیں توصیف کا یارا، بیاں اب ختم کر رخشاںؔ!
سلام ان پر ہو بے پایاں! درود ان پر ہو لاتحصیٰ

تری ذات گرامی ہے کہ ہے اک ظلِّ رحمانی
وجود پاک تیرا سر بسر ہے نورِ یزدانی
تڑپ دل میں تری ہونا دلیل ذوق ایمانی
نوائے شوق تیری ترجمانِ کیف روحانی
ترے اخلاق معیاری، محاسن تیرے لاثانی
ترا اسوہ ہے اک معراج خُلق و وصفِ انسانی
یہ کیسا روح پرور ، جانفزا نام محمد ﷺ ہے
اسی سے دل کی تابانی ، اسی سے کیف روحانی
خلائق شیفتہ جس پر وہ ہے خُلقِ حسن تیرا
ملا یک جس پہ قرباں ہوں وہ تیری شکل نورانی
ترا اسم مبارک گونج اُٹھا اقصائے عالم میں
ترے خورشید عالم تاب سے ہر گوشہ نورانی
تری ہیبت سے ہے اک زلزلہ ایوان کسریٰ میں
نہ شان قیصری باقی، نہ وہ اورنگ خاقانی
یہ شاہی ہے تری شاہا ! کہ اندازِ فقیری ہے !
یہ شان فقر تیری !! جس پہ قُرباں فرِّ سُلطانی
کیا آزاد کتنے بندھنوں سے نوع انساں کو
کہ تھی جن میں گھری صدیوں سے وہ ازراہِ نادانی

بنا کر ''اُمّت واحد'' مٹائیں ساری تفریقیں
یہ اب مسلم ہی مسلم ہیں ، نہ ایرانی نہ تورانی
ترے صدقے بڑھایا کیا وقارِ آدمیت کو
مساوات و اُخوّت کا دیا وہ درس انسانی
تری حکمت کے آگے حکمت یوناں ہے پارینہ
ترے علم و معارف پر ہے خود دانش کو حیرانی
مٹی سب ظلمت باطل ، ہوا روشن جہاں سارا
تری شمع ہدایت کی ہوئی کچھ ایسی تابانی
تری ہمت فلکِ پیما، ہے تو مصداق اَو اَدنیٰ
یہ تیری شان ہے ، اعلیٰ کہ ہے محبوبِ سبحانی
تری انگشت کی جنبش اشارہ دستِ قدرت کا
ترا ہر کلمہ ہے نطق الٰہی، وحی ربّانی
ترے اخلاق کا طغرا، ترے اوصاف کا جوہر
ترا صبر و رضا، جود و سخا، ایثار و قربانی
محبت تیری جس دل میں ہو، پھر اس دل کا کیا کہنا
کہ تیری دولت الفت دلیل نور ایمانی
محبت سے تری صدیقیت بوبکرؓ کو حاصل
ترے الطاف سے ہے صولتِ فاروقؓ لاثانی
ترے اوصاف کا پرتو ، ہے تیری شان کا مظہر
حیا و عفتِ عثمانؓ، علیؓ کی شانِ عرفانی

صحابہؓ تیرے مثل انجم تابندہ سب روشن
شب تار ضلالت کے لیے انوارِ یزدانی
ترے فیض نظر سے اور تیری ہم نشینی سے
ہے فقرِ بوذریؓ، روح بلالیؓ، سوزِ سلمانیؓ
محبت ہی تری ہے قوت جان و دل مومن
تپش دل میں اسی سے ہے، اُسی سے کیف روحانی
مکینِ گنبد خضرا! حبیب حضرت مولا!!
نگاہ اک لطف کی رخشاںؔ پہ بھی ہوجائے ارزانی

اللہ اللہ کس قدر ہے ہم پہ احسان رسول
دل فدا اپنے نبی پر، جاں ہو قربانِ رسول

بعد نام حق انہیں کا نام ہے زیب کلام
اور اب کیا پوچھتے ہو رفعتِ شانِ رسول

اہل ایماں کے لیے کحل البصر اس در کی خاک
تاجِ فرقِ موموناں ہے، ظلِّ دامانِ رسول

ہے حریم پاک کا اک قطعہ خود باغ جناں
اللہ اللہ ! یثرب فردوس سامان رسول

ان کے دامن کی ہوا سے دل کی ہے بالیدگی
روح افزا سے شمیم باغ وبستانِ رسول

حق کا منشا ہے کہ ہو کامل اطاعت آپ کی
واجب التعمیل ہے ایک ایک فرمان رسول

دل وہی ہے باصفا اور قلب وہ قلبِ سلیم
رنج وراحت میں رہا جو زیر فرمان رسول

اپنی خواہش سے نہیں کہتے، ہے وحی ان کا کلام
حق کا فرمایا ہوا ہے، ہے جو فرمانِ رسول

ہو تحیاتِ فراواں آپؐ پر رخشاںؔ! مدام
صد صلوٰت و صد سلامِ شوق شایانِ رسول

نبوت کے خاتم کا یکتا نگینہ | امامِ رسل شہر یار مدینہ
ہے پشت مبارک پہ مہر نبوت | دل صاف صدق و صفا کا خزینہ
شہِ انبیا، خاتم مُرسلاں تو | مجسم کرم رحمتِ عالمینا
تو ہے یوسفِ مصر خوبی کامل | معطر ترا عطر گل سے پسینہ
لب اہل دل پر محمدؐ محمدؐ!! | زباں پر ہے ہر دم مدینہ مدینہ
مزا زیست کا اس نے بس پالیا سب | جسے آگیا عشق احمدؐ میں جینا
ہے اس کے لیے مژدۂ کامرانی | اسی کے لیے فوز و امنِ سکینہ

--ق--

جو آنکھیں ہوئی ہجر میں تیری پرنم | تری یاد میں جس کا جلتا ہے سینہ
دھڑکتا ہے دل شوق میں تیرے جس کا | زباں پر ہے جس کی "مدینہ" "مدینہ"
تری آرزو جس کی بس آرزو ہے | اسی غم میں مرنا، اسی کا ہے جینا
فنا جو ہوا رہ عشق نبی میں | اسی کی ہوئی زندگی باقرینہ
ہے اس موت پر رشک خود زندگی کو | اسی کی حیات اور اُسی کا ہے جینا
جو ہوں خدا یہ کتاب اور سنت | کنارِ سلامت پہ پہنچے سفینہ

نگاہ محبت میں رخشاںؔ! ہیں سب کچھ
حبیب خدا، بادشاہ مدینہ

صدق بیان و حق نشاں صل علیٰ محمد
رحمت حق کے ترجماں صل علیٰ محمد

باعث خلقت جہاں صل علیٰ محمد
راہنمائے انس و جاں صل علیٰ محمد

خاتم مرسلیں ہیں آپ، رحمت عالم آپ ہیں
سرور و فخر مرسلاں صل علیٰ محمد

پشت و پناہ بیکساں آپ کی ذات پاک ہے
آپ شفیع عاصیاں صل علیٰ محمد

آپ کے حسن خلق کا غیر بھی دل سے معترف
سارا جہاں ہے مدح خواں صل علیٰ محمد

آپ دعا خلیلؑ کی مژدۂ عیسویؑ میں آپ
نعمت حق ہیں بے گماں صل علیٰ محمد

ٹوٹے دلوں کی آس ہیں، قاطع وہم و یاس ہیں
قوّت قلبِ بید لاں صل علیٰ محمد

ہیں جو درود خواں ملک، مدح میں تر زُباں رُسل
نورِ نگاہ قُدسیاں صل علیٰ محمد

رخشاںؔ کہے بھی نعت کیا، اس کا ہو حق بھی کیا ادا
آپ کا حق ہے مدح خواں! صل علیٰ محمد

لب مدح سرائے شہِ مکّی مدنی ہے — دل شیفتۂ حسن و جمال نبوی ہے
اللہ رے کیا شان رسول ﷺ عربی ہے — کیا مرتبت عالی یہ اللہ غنی ہے
شیدا ترا کس درجہ بلالؓ حبشی ہے — اقرار شہادت کو کھڑا پانچ گھڑی ہے
اللہ کا گھر دل میں ہے دھیان اس میں نبیؐ کا — دل خانۂ کعبہ ہے، مدینہ کی گلی ہے
دیکھا جو جمال آپؐ کا مومن ہوئے صدیقؓ — شہرہ جو سنا شیفتہ ویسؓ قرنی ہے
نکلا جو دہن سے کلمہ، کلمۂ حق ہے — جو بات ترے لب کی ہے مصری کی ڈلی ہے
پرتو ترے اوصاف کا صدیقؓ و عمرؓ میں — مظہر تری خوبی کا غنیؓ اور علیؓ ہے
طائف تری رافت کا ہے اک شاہد عادل — لب پر حقِ اعدا میں دعا، خیر ہی کی ہے
تو سرور عالم ہے شہنشاہ دو عالم — انداز فقیری میں بھی اک بادشہی ہے
تو شاہ دو عالم ہے پہ شاہی تری شاہا! — انداز ملوکانہ سے یک لخت بری ہے
الفت کے تقاضے سے ترے ہم کو بھی محبوب — بوبکرؓ و عمرؓ، حیدرؓ و عثمان غنیؓ ہے
پرتو سے ترے مہر عرب! خود مہِ کامل — سلمانؓ عجم زاد و بلالؓ حبشی ہے
مومن کا ہے دل تیری محبت سے توانا — اس دولت بیدار سے مفلسی بھی دھنی ہے
شاہد ترے حق ہونے کی ہے سیرتِ طاہر — اک معجزۂ باقی و برہان جلی ہے
قرآن کی تشریح میں اخلاق حمیدہ — قرآن صحیفہ ہے تو تفسیر نبیؐ ہے

انوار وِلا سے ہوا روشن دلِ رخشاںؔ
دل مدح سرائے شہِؐ مکی مدنی ہے

بیان و نطق کو حاصل ہوا معراج کا رتبہ
بصد شوق و ادب نام محمدؐ لب پہ جب آیا
جواب جنت الماویٰ ہے ارض یثرب و بطحا
ملایک کی نگاہ شوق کا یہ خاک ہے سُرمہ
محمدؐ سرورِ عالم، محمدؐ ہادیٔ اکرم
محمدؐ فخر آدم اور حبیب حضرت مولا
وہ فخر انبیا ختم الرسل محبوب سبحانی
شب اسرا، مقام قرب کا جن کو ملا درجہ
محبت جن کی مومن کی متاع دین و ایمانی
یہی عقبیٰ کا سرمایہ یہی ہے دولت دنیا
یہ ہے محبوب ان کا تذکرہ خود حق تعالیٰ کو
کبھی ہے ذکر کملی کا، کہا یٰسیں، کبھی طٰہٰ
حضورِ حق ہوا حاصل ہوئے معراج سے فائز
کہ قرآں میں ہے خود مذکور 'سُبحَانَ الَّذِی اَسریٰ'
مقام 'قاب قَوسِینَ' ان کا ہے 'لَولَاکَ' شان ان کی
فضائل بے شمار ان کے محاسن ان کے لا تحصیٰ
لکھے ہی جاؤں رخشاںؔ! بس اسے میں صفحۂ دل پر
مبارک نام یہ صلِّ علیٰ! ہے کس قدر پیارا

رحمتٌ للعالمینی ! یارسول تو شفیعُ المذنبینی یارسول
نورِ تو خود ہست نورِ اوّلیں ہم تو ختم المرسلینی ! یارسول
خوئے تو محمود، وصف تو جمیل صاحب خُلقِ حسینی یارسول
در حریمِ قُدس جاداری بلند تو کجا خلوت گزینی یارسول !
ذات تو پُشت و پناہ عاصیاں قُوت قلبِ حزینی یارسول
خلعتِ ''الفقر فخری'' بر تو چُست شاہی و عزلت گزینی ! یارسول
دشمناں را عفو کردن خوئے تو خندہ رو، خندہ جبینی یارسول
منکرانت بر امانت شاہد اند صادقی و ہم امینی! یا رسول

جلوۂ در دیدۂ رخشاںؔ نما
در دلم آئی، نشینی! یارسول

تضمین

تو وہ کہ تجھ سے صنعتِ خالق ہے جلوہ گر
حق کی طلب بڑھے، تری صورت کو دیکھ کر
بندوں کے حق میں رحمتِ باری ہے سربسر
"یا صاحب الجمال و یاسید البشر

من وجھک المنیر لقد نورالقمر"

قرآن معجزہ ترا، پہنچا تو عرش پر
ذکرِ رفیع سے ترے گونجا ہے بحر و بر
روحی فداک ! ہم پہ بھی ایک لطف کی نظر
یا صاحب الجمال و یا سیدالبشر

من وجھک المنیر لقد نورالقمر

صلِّ علیٰ اک آئینۂ حق نما ہے تو
تو خاتم الرسل ہے شہِ انبیا ہے تو
محبوب کبریا ہے ، حبیب خدا ہے تو
"لا یمکن الثناء کما کان حقه

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر"

پھیلی ہوئی ہے گلشن عالم میں تیری بو
شہرت ہے تیری رحمت و رافت کا چار سو
اللہ جس کا خود ہے ثنا خواں وہ تو ہے تو
"لا یمکن الثناء کما کان حقه

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر"

موجبِ علم یقینی یا حبیبؐ ! ہادیٔ دنیا و دینی یا حبیبؐ !
بات ہے تیری کہ مصری کی ڈلی یہ سخن کی دلنشینی یا حبیبؐ !
ہے اساس ایمان کی تیری حدیث باعثِ علمِ یقینی یا حبیبؐ !
ملجا و ماوائے مسلم ہے تو ہی مقصدِ دنیا و دینی یا حبیبؐ !
دشمنوں سے یہ ترا حسنِ سلوک ! یہ تری خندہ جبینی یا حبیبؐ !
جلوتوں میں بھی وہی رب سے لگاؤ یہ تری خلوت گزینی ! یا حبیبؐ
تو ہی رخشاںؔ کا سہارا ایک بس
قوتِ قلب حزینی یا حبیبؐ

کتنا عالی ترا رتبہ ہے رسول ﷺ عربی بخدا تُو تو ہے محبوب خدا میرے نبی
لب پہ آیا تو ترا نام بصد شوقِ دِلی اپنے کو دیکھا تو سمجھا کہ یہ تھی بے ادبی
ہے لقب امی مگر علم لَدُنّی تیرا افضل و ختم رسل ماہ عرب، مطلبی
عاصیوں کے لیے بخشش کا سہارا تو ہے شافع اُمت عاصی تری رحمت طلبی
ہو عرب یا کہ عجم، بندۂ احساں تیرا نام لیوا ترے مصری، حبشی و حلبی
اسمِ سامی سے ترے روح کو ہے عالمِ وجد اور تری یاد سے حاصل ہے سکونِ قلبی

جگمگا اٹھی کرن سے ترے ساری دنیا ۔ چار سو نور فشاں تو ہی ہے مہرِ عربی !

ابطحی و قرشی ہاشمی و مطلبی ۔ افضل و ختم رسل احمد ﷺ عالی نسبی

برکتِ رحمتِ عالم سے ہو رخشاںؔ کی نجات

مٹ بھی جائے مرے رب! روح کی یہ تشنہ لبی

مرحبا صلِ علیٰ لب پہ ترا نام آیا

جاں کو راحت ملی تسکین کا پیغام آیا

صرف مومن ہی نہیں بندۂ احساں تیرا

حق یہ ہے ، تو سبب رفعت اقوام آیا

تیری بعثت ہے کہ اللہ کا احسان عمیم

سارے خلقت کے لئے حق کا تو انعام آیا

بن گیا بام فلک ، تیرے لئے سطح زمیں

شب اسریٰ میں جو تیرے پس اقدام آیا

بول بالا کے لئے حق کے ، اٹھائی شمشیر

امن عالم کے لئے حامل صمصام آیا

حق میں امت کے ہے تو شفقت و رحمت یکسر

بہر عالم تو خدا کا کرم عام آیا

ہے اسی سے تو عیاں رتبۂ حضرتؐ ، رخشاںؔ!

پڑھا جاتا ہے درود آپؐ کا جب نام آیا

آپ ہیں فخر مرسلاں خاتمِ انبیا ہیں آپ
نازش آدم و خلیل خاصۂ کبریا ہیں آپ
سرور کائنات ہیں، خواجۂ دو سرا ہیں آپ
خاصۂ خاص قدسیاں، احمدؐ مصطفی ہیں آپ
رحمت عالم آپ ہیں نور مبین و نور حق
راہنمائے انس و جاں آپ، خدا نما ہیں آپ
ظلمت جہل مٹ گئی آپ کے نور تام سے
آپ دلیل راہ حق، ہادئ حق نما ہیں آپ
باعث خلقت جہاں پشت و پناہ عاصیاں
نازش و فخرِ انبیا، اب کہوں کیا کہ کیا ہیں آپ
اور میں رخشاںؔ کیا کہوں، آپ کا وصف کیا کروں
طالب حق کے واسطے ایک ہی واسطہ ہیں آپ

حسیں کس درجہ طیبہ کی زمیں معلوم ہوتی ہے
یہ ارض پاک بس خلد بریں معلوم ہوتی ہے
تری رفعت کا کیا کہنا ہے خاک یثرب عالی !
کہ تو تو ہمسرِ عرش بریں معلوم ہوتی ہے
تری شمع ہدایت سے مٹی تاریکئ باطل
تری تنویر سے روشن زمیں معلوم ہوتی ہے
شب معراج یوں مہمان رب العالمیں ہونا !
یہ شان رحمتہٌ اللعالمیں معلوم ہوتی ہے
یہ ذوق سجدہ ہے محبوب ربُ العالمیں ہوکر
کہ محو سجدہ دائم ہی جبیں معلوم ہوتی ہے
تری ذات گرامی میں محاسن ہی محاسن ہیں
یہ اک مجموعِ اوصافِ حسیں معلوم ہوتی ہے
مبارک مشغلہ رخشاںؔ ! ہے مدّاحی پیمبرؐ کی
کہ ان کی نعت ایماں آفریں معلوم ہوتی ہے

شہِ مُلکِ رسالت یا محمدؐ مصطفیٰ تم ہو
حبیبِ حق تعالیٰ تم ہو! محبوبِ خدا تم ہو!!

تمہیں ہو سیّد عالم، تمہیں ہو نازشِ آدم
رسولوں کے ہو تم سرور کہ ختم الانبیا تم ہو

تمہاری آمد آمد کی خبر دی ابنِ مریم نے
خلیل اللہ کے لب سے جو نکلی وہ دعا تم ہو

بنا کر ''رحمت للعالمیں'' بھیجا تمہیں حق نے
تمام عالم کے سر پر سایۂ فضلِ خدم تم ہو

تمہارا نور بھی اوّل، ہو ختم المرسلیں بھی تم
نبوت کی بجا ہے ابتدا تم، انتہا تم ہو

نبیوں میں شرف معراج کا بس تم کو حاصل ہے
مقامِ قُرب جا ہے صاحبِ اوج دنیٰ تم ہو

تمہیں بس صانع مطلق کا اک مقصودِ خلقت تھے
وجود و خلقتِ عالم کے باعث تم، بِنا تم ہو

تمہارے نورِ حق سے مٹ گئی سب رونقِ باطل
منور جس سے کُل عالم ہے وہ شمعِ ہُدیٰ تم ہو

احبّا کے دعا گو تو رہا کرتے ہیں سب لیکن
جو اعدا کے لیے اپنے، رہے وقفِ دعا تم ہو

پہنچ ہی جائے گی با امن یہ تا ساحلِ مقصد
جب اپنی کشتی طوفاں زدہ کے ناخدا تم ہو

تمہاری ذات پر اک عاصیوں ہی کا نہیں تکیہ
کہ خود امیدگاہِ اصفیا و اولیا تم ہو

تمہیں پر یا شفیع المذنبیں اپنا بھروسہ ہے
سہارا بس اک اس رخشانِؔ عصیاں کوش کا تم ہو

جب تک نہ اشارہ ہو کسی کا
کچھ بھی نہیں لطف مئے کشی کا

کیا لطف ہے ایسی زندگی کا
جس میں نہ ہو نام تک خوشی کا

اک چیز عجب ہیں یہ حسیں بھی
دل سنگ کا چہرہ ہے پری کا

اس بارِ عظیم کو اُٹھانا
بس تھا یہ کمال آدمی کا

پیارے ہوں جو دین و دل تو رخشاںؔ!
رُخ بھی کرنا نہ اُس گلی کا

یہ رنگ ترا ہوا نیا کیا ‌ ‌ ‌ ‌ اے دل ! تجھے ہائے ہو گیا کیا
ہم کیا ہیں ہمارا مدعا کیا ‌ ‌ ‌ ‌ عاشق کی بساط ہی بھلا کیا
سجدے کروں دیر میں! حرم میں! ‌ ‌ ‌ ‌ سنگِ درِ یار مٹ گیا کیا ؟
احسان نہ لوں گا چارہ گر کا ‌ ‌ ‌ ‌ مشتاق اجل ہوں، اب دوا کیا
لیکر نہ پھرا جواب اب تک ‌ ‌ ‌ ‌ قاصد کمبخت مر گیا کیا
ہوتی ہے کھٹک یہ دل میں کیسی ‌ ‌ ‌ ‌ پیکاں کوئی دل میں رہ گیا کیا
ہیں ان کے سبھی ستم گوارا ‌ ‌ ‌ ‌ پھر فرقِ روا و ناروا کیا
دو دل بھی نہیں طے ہوئے آج ‌ ‌ ‌ ‌ یہ رنگ زمانہ ہوگیا کیا
مجھ سے یوں کھنچنا بندہ پرور ! ‌ ‌ ‌ ‌ فرمایئے تو مری خطا کیا ؟
کہتے ہو وفا ہے خوئے عشاق ‌ ‌ ‌ ‌ پھر طینت حسن ہے جفا کیا
یہ نسبتیں سب ہیں اعتباری ‌ ‌ ‌ ‌ رخشاںؔ! اچھا ہے کیا برا کیا

مٹا دے رنگ خودی تو یہ خود نما اپنا
کہ غیر تجھ کو نظر آئے آشنا اپنا

نہ راہبر کوئی اپنا نہ رہنما اپنا
نکالنا ہے ہمیں آپ راستا اپنا

مثالِ سبزۂ بیگانہ اس چمن میں ہوں
جو ڈھونڈھتا ہوں ، نہیں کوئی آشنا اپنا

رفیق یہ تو ہے ہنگام غم ، غنیمت ہے
الٰہی ! کم نہ ہو یہ دردِ جاں گزا اپنا

چمن میں لاکھ بہار آئے ہم کو کیا مطلب
ہجوم غم سے ہے دل ہی بجھا ہوا اپنا

خیال یار ! تصور میں تیرے خود گم ہوں
جو ڈھونڈھتا ہوں تو ملتا نہیں پتا اپنا

تمہیں خدا کی قسم تم جفا سے باز نہ آؤ
تماشا دے گی وفا بھی تمہیں دکھا اپنا

زمانے بھر میں جو ہے ایک سنگدل کافر
اُسی سے ہائے پڑا رخشاںؔ ! سابقا اپنا

کچھ ادائیں اُس کی تھیں ایسی کہ پیار آ ہی گیا
اس کی صورت پر یہ دل بے اختیار آ ہی گیا

ہائے مستی چشم ساقی کی کہ واعظ کو بھی آج
چشم میگوں دیکھ کر اس کی خمار آ ہی گیا

اے خوشا وہ وقت ! ہو جوش جنوں کا زور پھر
دل ! مبارکباد !! پیغام بہار آ ہی گیا

اے صبا ! ممنوں ترا ہوں ، بہر مایوسی مرا
ذرۂ خاک اُڑ کے تا دامانِ یار آ ہی گیا

اول اول سختی دوراں سے گھبراتا تھا دل
رفتہ رفتہ اس کو رخشاںؔ ! پھر قرار آ ہی گیا

اُن سے ہم آنکھ ملائیں کیوں کر
مفت اس دل کو گنوائیں کیوں کر

ہے وجود اپنا حجاب جاناں
اپنی ہستی نہ مٹائیں کیوں کر

آگیا اُس کی نگاہوں کا دھیان
ہائے اب ہوش میں آئیں کیوں کر

بھول جانا ہے مرا سہل تمہیں
دل سے ہم تم کو بھلائیں کیوں کر

اجل آتی ہے نہ وہ آتے ہیں
اپنے روٹھوں کو منائیں کیوں کر

اُن کو ہے ذکر وفا سے نفرت
ہم وفا اپنی جتائیں کیوں کر

دل گراں مایہ ہو لیکن رخشاںؔ
اُن سے اب آنکھ چرائیں کیوں کر

دل یہ کہتا ہے ترے شوق میں دیوانہ بنوں
جس پہ فرزانوں کو ہو رشک وہ مستانہ بنوں

آرزو ہے کہ طلب میں تری خود کھو جاؤں
یوں تری راہ میں مٹ جاؤں کہ افسانہ بنوں

اُنکا بیمار ہوں اوروں سے شفا کیا چاہوں
جان دوں، پر کبھی مرہونِ مسیحا نہ بنوں

ساقیا وہ مئے پُر زور دے ، جس کو پی کر
حشر ہی میں کہیں ہوش آے وہ مستانہ بنوں

واہ کیا اچھے ہو ؟ ہے خلق پریشاں تم سے
ہے اچھائی یہی واعظ ! تو میں اچھا نہ بنوں

آپ سے کام ہے، فرمائیے ڈھونڈوں کس جا
خادمِ کعبہ بنوں ؟ زائر بت خانہ بنوں

میں نے دیکھی نہیں فرزانوں کی دیوانگیاں
کہ جو مقدور ہو رخشاںؔ ! تو فرزانہ بنوں

جور کی حسرت میں یہ دل مائلِ فریاد ہو
تیرے ہوتے یہ ستم مجھ پر ستم ایجاد ! ہو

چن رہا ہے تنکے پھر اپنے نشیمن کے لیے
پھر کرم فرما نہ برق اے آشیاں برباد ! ہو

میری نظروں میں ہے اک شانِ کرم بیداد دوست
ظلم کا شکوہ کروں کیا ، لب پہ کیوں فریاد ہو

نکلے گی یارب ! مری بھی آرزوئے دل کبھی
وہ بھی دن ہوگا، یہ ویراں دل مرا آباد ہو

صفحۂ دل پر مرے تو کھینچ دے تصویر یار
میرے سر کیوں اے تصور! منت بہزاد ہو

چل رہی ہے ہر طرف بادِ حوادث تیز تیز
دل لرزتا ہے نہ ویراں گلشن ایجاد ہو

وعدۂ فردا پہ ان کے تو ہے رخشاںؔ ! شاد شاد
پہلے وعدوں کی طرح یہ بھی نہ بے بنیاد ہو

اس کوچے میں گر خراب ہے تو
دل ! عشق میں کامیاب ہے تو

رعنا تو بہت گلاب ہے تو
اُس گل کا کہاں جواب ہے تو

ہے وجہِ سرور دھیان تیرا
تاثیر میں بس شراب ہے تو

ویسی ہی نزاکت و لطافت
رعنا سا کوئی گلاب ہے تو

اے چشمِ سیاہ، مست، کافر
مستی میں شرابِ ناب ہے تو

کاشانۂ دل کو جگمگا دے
لاریب ! ایک آفتاب ہے تو

یہ تیری نزاکت و لطافت
گویا کہ پری کا خواب ہے تو

کرتا ہے بپا ہمیشہ آفت
دل ! سچ یہ ہے اک عذاب ہے تو

کیوں رہنے دوں درمیاں میں حایل
ہستی! جب خود حجاب ہے تو

اے رفتۂ کیفِ جامِ ہستی !
حیراں زپئے سراب ہے تو

تو بختِ سیاہِ عاشقاں ہے
یا زلفِ سیاہ تاب ہے تو

رخشاںؔ ! ہے یہی مری تمنا
کہہ دیں وہ ''میرا خراب ہے تو''

کیا ہی حیراں ہے یہ عالم، عالمِ تصویر دیکھ
چشمِ دل کو کھول ہر ذرہ میں سو تنویر دیکھ

آئنہ کی طرح کس حیرت سے محوِ دید ہیں
بن گئے تصویر خود وہ اپنی ہی تصویر دیکھ

خواب میں دیکھا رخِ زیبائے گل کل شب کو، اور
صبح تو آیا مرے گھر، نکلی کیا تعبیر دیکھ

چند تنکے منتشر سے ہیں برائے آشیاں
ماحصل کوشش کا اپنی ، خواہش تعمیر ! دیکھ

کام تدبیروں سے کیا نکلے گا اے خود کام دل
کار فرما ہے یہاں تقدیر ہی تقدیر دیکھ

ہمت عالی ! ذرا لے اور کچھ ہمت سے کام
ٹکڑے ٹکڑے وہ علائق کی ہوئی زنجیر دیکھ

حاصلِ عمرِ دو روزہ کیا ہے رخشاںؔ جُز فنا
واہ خوابِ زیست کی بھی کیا ہوئی تعبیر دیکھ !

وجہ تسکین دل ناکام ہے — اللہ اللہ کیا کسی کا نام ہے
صبح روشن کی یہ تیرہ شام ہے — کیا تھا آغاز اور کیا انجام ہے
دے وہ غم اس کو خوشی سے کام ہے — دل حریف گردشِ ایام ہے
وہ بھی ہم سے کم نہیں مجبور کچھ — جور میں مفت آسماں بدنام ہے
پڑگئی ہے جب سے خو تسلیم کی — کیا ہی شیریں تلخئ ایام ہے
طالب دیدار آئے تو سہی — آج بھی جلوہ کسی کا عام ہے
وہ ستمگر کھنچ کے آجائے یہاں — جذبۂ دل بس یہ تیرا کام ہے
بیخودی میں اب نہیں یہ بھی تمیز — رنج کیا ہے چین کس کا نام ہے
ہے بچھا ہر جا یہاں دامِ بلا — دیکھ اے دل خطرہ ہر ہر گام ہے

یوں جو ہے بدنام رخشاںؔ عشق میں
حضرتِ دل آپ کا یہ کام ہے

جبین سجدہ جذبِ شوق میں اے بے نشاں رکھ دی
ادھر رکھ دی، اُدھر رکھ دی یہاں رکھ دی، وہاں رکھ دی

ودیعت قلبِ انساں میں یہ کیا جنس گراں رکھ دی
یہ تو اس میں الفت کی جو طرح جاوداں رکھ دی

دل انساں بھی ہے بس اک نمونہ اس کی صنعت کا
ذرا سے دل میں ساری وسعت کون ومکاں رکھ دی

بنایا آشیاں جب شاخ پر بلبل نے گلشن میں
وہیں وہ توڑ کر صرصر نے شاخِ آشیاں رکھ دی

رکھا پہلا قدم جب راہ الفت میں تو بس میں نے
الگ سب دل سے فکر سود پروائے زیاں رکھ دی

ترے کوچہ میں دفن آخر ہوا مرکر ترا شیدا
جہاں کی خاک تھی اُس کی، اجل نے جا وہاں رکھ دی

ادا حق محبت خوب رخشاںؔ نے کیا بے شک
حضور یار نذر اُس نے متاع جسم وجاں رکھ دی

تیری مرضی جو یہی ہے کہ یہ ناشاد رہے
شاد ماں ہیں کہ تیرے عشق میں برباد رہے

عندلیب اپنے نشیمن میں بھی کیا شاد رہے
بجلی جب تاک میں ہو گھات میں صیاد رہے

خانۂ دل یہ مرا یار ! کچھ آباد رہے
تو نہیں ہے، تو بسی دل میں تری یاد رہے

نہ کمی جور میں ہاں اے ستم ایجاد رہے
ظلم پہ ظلم ہو، بیداد پہ بیداد رہے

شکر ہے آپ نے ہم کو نہ بھلایا دل سے
از پئے مشق جفا آپ کو ہم یاد رہے

سامنا اس بُتِ کافر کا جو ہو جائے ذرا
شیخ جب جانوں کہ اس وقت خدا یاد رہے

دل کو اے عاشق شیدا ترے کیا ضبط سے کام
یہ بلا سے تری ناشاد رہے، شاد رہے

سر یہ حاضر ہے مرا، اس پہ چلے خنجر جور
دل بھی ہے، یہ ہدف ناوک بیداد رہے

دعوئ عشق اگر ہے گلۂ جور نہ کر
یار تو یار ہی ہے ، برسرِ پیکار رہے

تری تصویر نہ وہ کھینچ سکے آخر کار
دیکھ کر دنگ تجھے مانی و بہزاد رہے

ہاں غم و عیش جہاں کے نہ ہوئے پھر وہ اسیر
قیدئ عشق ہر اک قید سے آزاد رہے

عشق کا ہوتا ہے انجام برا اے رخشاںؔ
ہم کہے دیتے ہیں یہ یاد رہے ، یاد رہے

چشمِ ساقی ! ترے صدقے وہی پھر بات رہے
پھر وہی مست نگاہی کی کرامات رہے

آپ غائب تھے کہاں ، کہیئے کہاں رات رہے
میکدہ میں کہیں کیا قبلۂ حاجات ! رہے

غم سے خالی کبھی ان کے تو نہ اوقات رہے
عشق والے ہمہ دم موردِ آفات رہے

چشمِ ساقی کے وہ مستی میں اشارات رہے
جھومتے وجد میں سب اہلِ خرابات رہے

صرصر و برق کے کچھ حوصلے نکلیں تو سہی
آشیاں اپنا رہے صرفۂ آفات رہے

ہو بسر خوب ہی ، گر دل سے رہے دل کو لگاؤ
ربط باہم ہو تو پُر لطف ہر اک بات رہے

یہ بھی اک فن ہے اس انداز کا ہو طورِ کلام
نفی بھی صاف نہ ہو اور نہ اثبات رہے

فتنے جو جو بھی تری چال سے اٹھے ظالم!
فتنۂ حشر سے سب بڑھ کے کئی ہات رہے

تیرے کیا کہنے ہیں اے کوچۂ جاناں کی خاک
مہر و مہ بن کے تری خاک کے ذرات رہے

بخیہ گر ہوگا خجل ، بخیہ گری سے اپنی
فکر ہی کیا ہے ، سلامت یہ مرا ہات رہے

برق کے ڈر سے مٹے کیوں مری تعمیر کی دُھن
آشیاں سے مرے گو لاگ اسے دن رات رہے

مر کے بھی چین ملا کب ترے دیوانے کو
خاک کے اس کی پریشان ہی ذرات رہے

جام رقصاں ہو ، چھلکنے لگے مے ، رند ہوں مست
پیر میخانہ کی بس چشم عنایات رہے

رند بے مایہ کا تکیہ ہے تری رحمت پر
اہل طاعت کو رہے نازش طاعات رہے

دل مجروح کی اچھی ہو یہ خاطر داری
خندہ تیرا جو نمک پاشِ جراحات رہے

نقد جاں لے کے چلو یار کے پاس اے رخشاںؔ
دل تو تم دے چکے اب کے یہی سوغات رہے

فضائے روح پرور چھا رہی ہے　　کسی کی یاد پر یاد آرہی ہے
ہجوم غم میں دل گھبرا نہ جانا　　کہ راحت کی گھڑی بھی آرہی ہے
تمناؤں کی دنیا مٹ نہ جائے　　چلے آؤ بہار اب جا رہی ہے
تصور میں ہے وہ رنگیں فسانہ　　کہ فصل گُل چمن میں آرہی ہے
جو کرتے ہو، کرو انکار الفت　　یہ چشم شوخ کیا فرما رہی ہے

ق

مری امید کی نازک سی کشتی　　تھپیڑوں پر تھپیڑے کھارہی ہے
مگر بے خوف طوفان بلا میں　　خموشی سے وہ بہتی جارہی ہے

غضب ہے کیا خرام یار رخشاںؔ !
قیامت پر قیامت ڈھا رہی ہے

جھومتا میکدہ میں وہ مست خرام آ گیا
مینا سے مے چھلک پڑی وجد میں جام آ گیا

دل تری راہ عشق میں پہلے ہی کام آ گیا
دوست کی نذرجاں بھی ہو، اب وہ مقام آ گیا

راہ نورد راہ عشق، دل ہی تو اپنی تھا بساط
پہلے ہی وہ غریب خود عشق میں کام آ گیا

دل تو تڑپ تڑپ اٹھا، روح بھی جھوم سی گئی
شوق کی بیخودی میں جب لب پہ وہ نام آ گیا

سیر یہ کیا مزے کی ہے، ہے کرمِ خیال یار
آتے ہی اس کا دھیان وہ مست خرام آ گیا

کیف کسی کو جام کا مست غرور ہے کوئی
حصہ میں اپنے ایک دلِ مست مدام آ گیا

پھول کھلے ، چمن کھلا رخشاںؔ ! ہے انتظار کیا
موسم گل جنون کا لے کے پیام آ گیا

امیدیں کیے جا رہی ہیں کنارا
ہے بس راہِ الفت میں دل ہی سہارا

نہ مرنا میسر نہ جینے کا یارا
غمِ دل سے اب ہے ، یہ عالم ہمارا

وہ اک تم کہ ہر شخص بندہ تمہارا
یہ اک ہم کہ دل بھی نہیں ہے ہمارا

محبت کی باتیں انوکھی نرالی
محبت کی دنیا کا عالم نیارا

یہ کالی گھٹائیں نشیلی ہوائیں
نہ کر دیر ساقی ! پلا بھی خدارا

محبت تری مایۂ زندگانی
ترا درد پیارا ترا غم گوارا

بعید از کرم کیا ہے اے شاہ خوباں
جو رخشاںؔ پہ ہو چشم لطف و مدادا

تیرے جلووں سے روشن اک نہیں نظر تنہا
بس گیا ہے جلووں سے تھا جو دل کا گھر تنہا
دوستوں سے کیا ملنا ایسا اجنبی بن کر
بہتری اسی میں ہے، اب کروں بسر تنہا
رہنما کا احسان اب کون اپنے سر لے گا
دل میں اب یہ ٹھانی ہے طے کروں سفر تنہا
ہے ادھر تغافل بھی جور و بے نیازی بھی
اس طرف یہ جمعیت ایک دل اُدھر تنہا
اس کی زلف کے صدقے ، شام بھی سہانی ہے
فکر روئے جاناں نے کی نہیں سحر تنہا
چشم و دل میں غیروں کی اب نہیں جگہ کوئی
دل میں آؤ آنکھوں سے ، ہے یہ رہ گزر تنہا
خود ہیں قافلے والے اپنی تاک میں بیٹھے
راہزن نہیں اپنا ایک راہبر تنہا
نور آنکھوں میں آیا ، دل میں کیف سا چھایا
روشن ان کی آمد سے ہیں یہ بام و در تنہا
لطف زیست تنہا کیا یوں اکیلے جینا کیا
کیا کریں گے جی کر پھر حضرت خضر تنہا
جَبہہ سائی در در کی غیر ہی کی قسمت ہو
مقصد دل رخشاںؔ ہے وہ سنگ در تنہا

یوسف سے سوا حسن میں زیبا صنم اپنا
قرباں ہے اسی پر یہ دل و جاں ، یہ دم اپنا
ہے راہ وہی اور وہی منزلِ مقصود
ہے آج بھی رہبر وہی نقش قدم اپنا
اپنا ہی لیا جس نے غم اہل جہاں کے
کیا آنکھوں میں اس کے بچے درد و الم اپنا
خالق کو بھلا کر وہ فضاؤں میں ہے بھٹکا
انساں نے رکھا ہے کہاں جا قدم اپنا
تائید و رضا حق کی ہو جس راہ میں حاصل
ہمت کر اور اس راہ میں رکھ دے قدم اپنا
اذعان ویقیں ہی تو ہے سرمایا ہمارا
یہ لعل و گہر اپنا یہ دام و درم اپنا
آشفتگی اہل محبت سے تجھے کیا
تو ٹھیک تو کر زلفِ رسا ! پیچ و خم اپنا
ہے زیست کا لطف اس سے، نشاط دل وجاں یہ
درد اپنا یہ رنج اپنا، غم اپنا الم اپنا
مرنے ہی پہ موقوف حیات ابدی ہے
یوں کہیئے بقا خود ہے یہ خواب عدم اپنا
جب جلوہ گہ دوست یہی خانۂ دل ہے
یہ کعبہ ہے - یہ عرش بریں - یہ حرم اپنا
لہجہ ہے نیا ، بات نئی ، طرز جدا سے
چل نکلا نئی راہ پہ رخشاںؔ ! قلم اپنا

جنوں تو دیکھیے ذرا یہ عقل ہرزہ کار کا
پتہ ہے ڈھونڈتی یہاں ، ثبات کا قرار کا

نفس نفس فنا نشاں ، قدم قدم پہ نیستی
بھروسہ کیا ہے ہم نفس ! حیات مستعار کا

جو بدر تھا ہلال ہے ، جو صبح تھی وہ شام ہے
وجود ہی یہاں کہاں ، ثبات کا قرار کا

نمود زندگی یہ ہے کہ شعلہ سا لپک گیا
وجود کی یہ بود ہے کہ جلوہ اک شرار کا

یہ ہے فریب زندگی فنا کو سمجھے ہیں بقا
رکھا ہے نام ''منزلیں'' جہاں نے رہ گزار کا

ستارے ، شمس اور قمر ، رواں دواں مدام ہیں
طلب سکون کی نہ کر ہے کام اضطرار کا

اسی دو روزہ زندگی میں جوہرِ عمل دکھا
رہا یہی ہمیشہ سے شعار مرد کار کا

عمل کی برکتوں سے ہے فنا بھی ہمسر بقا
اسی سے نقش میں ہے رنگ ، نقش پائدار کا

تأثرات کی جھلک ، غزل میں رخشاںؔ ! ہے تری
نہ ذکر رُوے یار کا ۔ نہ زلف تابدار کا

مرتے مرتے میرے لب پر تیرا نام آ ہی گیا
آخری تھا سانس لیکن اپنے کام آ ہی گیا

یار کا خط لے کے پیکِ خوش خرام آ ہی گیا
اک گدا کو بابِ عالی سے سلام آ ہی گیا

اے خوشا طالع گدا کو بھی سلام آ ہی گیا
اوج پر نکھرا ہوا ماہ تمام آ ہی گیا

ہمدم و ہمراز بن کر کی جو پرسش غیر نے
ہائے اپنی سادگی، لب پر وہ نام آ ہی گیا

تا حریمِ دوست شوق دل مرا پہنچا گیا
جس لئے دل کی تڑپ تھی وہ مقام آ ہی گیا

شکوۂ جورِ فلک سے بھی ہیں وہ کچھ سرگراں
ہم وفا بندوں پہ بھی اک اِتہام آ ہی گیا

وعدۂ پیماں شکن کا اور اتنا انتظار
تو دلِ دانا غضب ہے زیرِ دام آ ہی گیا

اس تغافل آشنا کو بھیج کر اک خطِ شوق
ہم ہیں کچھ خوش اس طرح جیسے پیام آ ہی گیا

مجمعِ یاراں ہے اب کیسا تکلف ، کیا حجاب
پیجئے بھی قبلۂ حاجات ! جام آ ہی گیا

بھیجنا قاصد کو رخشاںؔ ! لکھنا خطِ آرزو
ایسی ترکیبوں سے تو اس کا پیام آ ہی گیا

کرنا نہ کبھی دل غم جاناں کی شکایت
ناداں ! یہ نہیں ہے غم دوراں کی شکایت

----- ق -----

یہ حال تھا جب دل ! تو کہا کس نے کر الفت
کرتا ہے یہ کیوں گردش دوراں کی شکایت
سوز و تپ الفت کا کبھی لب پہ گلہ ہے
ہوتی ہے کبھی کاوش پنہاں کی شکایت
تو دوست کی ہے طرز تغافل کا بھی شاکی
دایم تجھے بے مہریٔ جاناں کی شکایت
کم پائیگی جذبۂ دل کا بھی گلہ ہے
بے مائیگی نالہ و افغاں کی شکایت
ہے شان محبت کی رضا، سنتا ہے اے دل
کرتے نہیں ناداں! غم جاناں کی شکایت
غارت گرِ جان و دل و دیں ہے وہ ستمگر
ہر لب پہ ہے اس فتنۂ دوراں کی شکایت
رخشاںؔ ! کرے کیوں شکوۂ بے مہری احباب
کرتا نہیں جب وہ غم دوراں کی شکایت

تو جو سن لے تو کہوں دل کی کہانی اے دوست
کچھ تو ہلکی ہو جو ہے دل پہ گرانی اے دوست

نفس سرد کھنچے کب تک آہ
تا بکے اشکوں کی خونابہ فشانی اے دوست

وعدۂ دید کہاں، دعوتِ نظارہ کسے
بھیجتا بھی نہیں پیغامِ زبانی اے دوست

میں تیرے جور کا شاکی ہوں عیاذاً باللہ!
یار لوگوں نے گھڑی خوب کہانی اے دوست

تیری بے مہریوں سے بجھ سا گیا ہے دلِ راز
طبعِ رخشاںؔ کی گئی ساری روانی اے دوست

الجھے الجھے سے وہ ہیں زلفِ پریشاں کی طرح
چاک ہے دامن امید ، گریباں کی طرح

آ بھی جائے وہ کہیں ، صبح بہاراں کی طرح
غنچۂ دل ہو شگفتہ گلِ خنداں کی طرح

آج بھی تو ترا دیدار میسر نہ ہوا
عید کی صبح بھی ہے شام غریباں کی طرح

کبھی اغیار سے محفل بھی تو خالی ہو تری
کہیں نکلیں بھی تو یہ حسرت و ارماں کی طرح

روشنی خانۂ دل کی ہے اسی کے دم سے
رونق افزا ہے یہ غم شمع شبستاں کی طرح

قطرے آنسو کے جو ہیں دُرِّ عدن ہیں یکسر
اشک خوں ہیں جو مرے لعل بدخشاں کی طرح

کیا ہوگا فراموش رہے گا بخدا یاد
بھولے سے بھی تم نے تو نہ کی میری وفا یاد

کا بھول ہے یہ بھول تری ، یاد رہے کیا یاد
ہم وقت کرم سہو ہوئے بہر جفا یاد

او بھولنے والے ! تجھے کس طرح بھلاؤں
جب تجھ کو بھلاتا ہوں تو آتی ہے سوا یاد

بن جاتی ہے کیا دل پہ یہ لِلّٰہ نہ پوچھو
آجاتی ہے جب کوچۂ جاناں کی فضا یاد

دنیا کی طلب میں تو بھلا بیٹھے خدا کو
دنیا نے ستایا تو بہت آیا خدا یاد

اب کیف بہاراں کہاں چُھوٹے گل و گلزار
اب یاد نشیمن ہے ، نہ گلشن کی ہوا یاد

یہ سختئ ایام تو خود ہوش رُبا ہے
رخشاںؔ ! رہے کیا خاک مئے ہوش رُبا یاد

تو پاس نہیں تھا تو یہ تھے شام و سحر اور
تو ہے تو یہ اب ہوگئے اے رشک قمر اور

ملنا تو کہاں، کھنچنے لگا رشکِ قمر اور
مانگی تھی دعا اور، ہوا اس کا اثر اور

اک بات پہ قایم ہی نہیں وہ مُتَلَوِّن
دن اور ہے ، رات اور ہے ، شام اور سحر اور

جام مئے گلفام تو خود کیف فزا ہے
کچھ کیف بڑھا دیتی ہے ساقی کی نظر اور

جلوے کو ترے ڈھونڈھتی ہیں پھر یہ نگاہیں
ہوجائے بھی اب ایک عنایت کی نظر اور

کوشش یہ رہی اپنی کروں ترک بھی الفت
بڑھتی گئی کچھ دل میں محبت ہی مگر اور

بڑھتا طلبِ صبح میں ہے دستِ دعا یاں
واں دور ہوا جاتا ہے دامانِ سحر اور

یہ کیف ہے آنی تو سرور اس کا دوامی
صہبا کا خمار اور ہے ، ہے کیف نظر اور

اللہ غنی کوچۂ قاتل کی یہ رونق
اک اٹھا تو وارد ہو اک خاک بسر اور

کرتے ہیں تماشا مگر عبرت نہیں ہوتی
چشم نگراں اور ہے ، عبرت کی نظر اور

مخمور جو ہیں کیفیتِ چشم کے تیرے
مطلوب نہیں ان کو بجز کیفِ نظر اور

ہاں اے تپشِ دل! تو ذرا اور ہو افزوں
قربان ترے میں، گیا بڑھ دردِ جگر اور

ہوتا گیا تعمیر نشیمن پہ نشیمن
بڑھتا گیا واں حوصلۂ برق و شرر اور

چاہا تھا کہ رخشاںؔ ! اسے اب دل سے بھلا دوں
ہوتی گئی یاد اس کی زیادہ ہی مگر اور

حاصل کی تمناؤں میں حاصل کو گیا بھول
دل مرکز امید تھا میں دل کو گیا بھول

اے راہرو راہ طلب کیا ہے تماشا
جادہ کو گیا بھول تو منزل کو گیا بھول

تھی پیش نظر جلوؤں کی کثرت وہ سر بزم
نظارہ میں خود رونق محفل کو گیا بھول

اللہ رے یہ محویت و ذوق تماشا
دل مجھ کو گیا بھول تو میں دل کو گیا بھول

اس کی وہ نزاکت ہے کہ خنجر نہیں چلتا
بسمل بھی ہے وہ زحمت قاتل کو گیا بھول

نظارۂ گل اس کا ہے سیرِ دلِ افگار
بھائی وہ فغاں ، شور عنادل کو گیا بھول

قاتل کی یہ بیداد ہے یہ شان تغافل
زخمی کیا اور اپنے ہی بسمل کو گیا بھول

اُس گیسوئے پیچاں کا جو یاد آگیا عالم
قیدیٔ بتاں جورِ سلاسل کو گیا بھول

ہے کشمکش بازو و امواج میں وہ لطف
دل عافیت دامن ساحل کو گیا بھول

آئینہ بنا آئنہ آیا جو ترا عکس
وہ آپ میں ہے محو ، مقابل کو گیا بھول

وہ دشمن دل ، جس کے لیے تھی تپش دل
دیکھا جو اسے ، دل تپش دل کو گیا بھول

تو قیس صفت دشت نوردی میں ہے مصروف
دل محمل شاہد ہے، تو محمل کو گیا بھول

پندار کی رخشاںؔ ! جو ہوا سر میں بھری ہے
تخمیرِ گِلی ! خاصیت گِل کو گیا بھول

یارب ! وہی جمال نظر آئے پھر کہیں
پھر اس حریم دل میں ہوں وہ جلوہ گر کہیں
ظالم ہے چوکنی تری قاتل نظر کہیں
بسمل ہے دل کہیں، تو ہے زخمی جگر کہیں
اربابِ عشق کرتے ہیں پروائے سر کہیں؟
ہوتا ہے ان کو بھی سرِ نفع و ضرر کہیں؟
ملتے نہیں تلاش سے اہل نظر کہیں
ہے کوئی قدردانِ متاعِ ہنر کہیں؟
خط دے کے کھا گیا ہو نہ تیرِ نظر کہیں
خود بن گیا رقیب نہ ہو نامہ بر کہیں
ہوتی ہے یوں قبول دعائے سحر کہیں
ذوق طلب نہیں ہے ، نہ سوزِ جگر کہیں
مبہوت ہو رہے ہیں وہ آئینہ دیکھ کر
اب دل کہیں ، خیال کہیں ہے ، نظر کہیں
آئے نظر بھی چہرۂ تاباں امید کا
یارب شب فراق کی ہو بھی سحر کہیں
معلوم ہو تجھے بھی کہ ہوتا ہے عشق کیا
تم اپنے درسے ہم کو اُٹھاتے تو ہو، بتاؤ

جائیں ہم اب کہاں کہ نہیں اپنا گھر کہیں
مانا کہ کوہِ طور نہیں ، طورِ دل تو ہے
اے کاش ہو وہ مائل جلوہ ادھر کہیں
اک سمت جا رہا ہوں چلا اضطرار میں
لے جا رہا ہے کھینچ کے شوق سفر کہیں
پنہاں تو سو حجاب میں ہے آپ کا جمال
پردہ اُٹھا کے دیکھ نہ لے دیدہ ور کہیں
کیوں لے چلا ہے ہم کو وہ پر پیچ راہ پر
رہزن ہی بن گیا ہو نہ خود راہبر کہیں
آنکھوں پر اعتبار نہیں، ہائے کیا کروں
کردے نہ فاش راز مرا چشم تر کہیں
بلبل کی یادگار چمن میں یہی ہے اب
بکھرے پڑے ہوے ہیں جو دو چار پر کہیں
کرتا تو ضبط غم ہوں ، مگر آبروئے ضبط
مٹی میں دے ملا نہ مری چشم تر کہیں
تو بھی اسیر زلف ہو بیداد گر ! کہیں
ہے تجھ کو کیوں یہ فکرِ دوائے مریضِ عشق
اس درد کا علاج بھی ہے چارہ گر ! کہیں
رخشاںؔ ! مخل ہے نالہ کشی میں خیال دوست
بد حظ نہ ہو وہ خاطر نازک مگر کہیں

آپ کے جور و جفا، ظلم و ستم جانتے ہیں
آپ جیسے ہیں ستم گار یہ ہم جانتے ہیں

ستم و جور تو الطاف ہیں تیرے اے دوست
تیری بیداد کو ہم شان کرم جانتے ہیں

تھوڑی خوبی بھی تو ہے اپنی نگاہوں میں بہت
عیب اپنے جو بہت ہیں انہیں کم جانتے ہیں

باتیں ہی باتیں ہیں سب قول و قرار ، عہد و قسم
آپ کے وعدوں کو پہلے ہی سے ہم جانتے ہیں

اس سے مقصود نشہ واعظا ! کس کافر کو
مے کو داروئے الم ، دافع غم جانتے ہیں

پارسائی کا یہ بہروپ ہے بھر دنیا
شیخ ! چالیں جو تری ہیں وہ تو ہم جانتے ہیں

شعلہ رُوئی بھی ہے رخ میں، گل تازہ کی بھی آب
آب و آتش رخ جاناں میں بہم جانتے ہیں

ہو اگر سوزِ دروں ، مل گئی نعمت رخشاںؔ !
تپش و درد کو ہم فیض اتم جانتے ہیں

حسن ظن ہے یہ سب احباب کا ، ورنہ رخشاںؔ !
جو حقیقت ہے ہماری وہ تو ہم جانتے ہیں

جی میں ہے ، اب مٹاؤں بھی اس دردِ سر کو میں
اے سوزِ آہ پھونک دوں دل کو ، جگر کو میں

دوں خاک میں ملا نہ متاعِ ہنر کو میں
لاؤں کہاں سے ڈھونڈ کے اہلِ نظر کو میں

آ، اے خیالِ دوست ! تجھے دل میں دوں جگہ
اے حسنِ یار تجھ سے بسالوں نظر کو میں

رسوائی خیال ہے آنا خیالِ غیر
آنکھوں میں دوں جگہ نہ کسی کی نظر کو میں

اٹکا جو دل اس عالمِ فانی میں حیف ہے
منزل سمجھ رہا تھا اسی رہ گزر کو میں

میرے حریمِ دل میں تو ہو یار جلوہ گر
تیرے خیال سے کروں آباد گھر کو میں

ہے رات اندھیری ، شمعِ قیادت ہوئی ہے گل
رہرو یہ کہہ رہا ہے کہ جاؤں کدھر کو میں

رونا ہے آج تک ترا قاید کے جانشیں!
پاؤں کہاں لیاقتؒ عالی گہر کو میں

بے صبر و بے قرار کو سمجھاؤں کس طرح
تسکین کہہ کے کیا دوں دل نوحہ گر کو میں

معلوم ہے اثر ترا اے آہِ نیم شب
ہاں خوب جانتا ہوں دعائے سحر کو میں

دکھلا کے اک جھلک بتِ زاہد فریب کی
ساکت کروں گا ناصح شوریدہ سر کو میں

رخشاںؔ جبین شوق مری اور وہ نقش پا
اس خاک پا سے کرتا ہوں روشن نظر کو میں

یہ ہے الزام ، ہم کیوں شکوۂ بیداد کرتے ہیں
یہ بہتاں ہم پہ ہے ، ہم نالہ و فریاد کرتے ہیں
وہ جس پر لطف کرتے ہیں، وہ جس کو شاد کرتے ہیں
اسے پھر اپنے ہی ہاتھوں سے خود برباد کرتے ہیں
نئے ظلم و ستم یہ بانئ بیداد کرتے ہیں
ستم ایجاد کیا کیا ، یہ ستم ایجاد کرتے ہیں
پے مشق جفا ان کو ہماری یاد آتی ہے
کرم ان کا یہ ہے ، ہم پر جو وہ بیداد کرتے ہیں
ہماری نالہ پیمائی سے گلشن گونج سکتا ہے
مگر ساکت جو ہیں ہم ، خاطر صیاد کرتے ہیں
وطن والو ! تمہیں بھی کیا ہماری یاد آتی ہے
خدا شاہد بہ چشم نم تمہیں ہم یاد کرتے ہیں
یہ عالم ہے کہ اب ضبط فغاں سے دل پہ بن آئی
مگر مجبور اُلفت بھی کہیں فریاد کرتے ہیں
مبارک باد صرصر کو ، مبارک برق سوزاں کو !
فراہم خار و خس پھر آشیاں برباد کرتے ہیں
ہو شغل دور بادہ ، ابر باراں گھر کے آیا ہے
یہ رندوں کی ہے نیت ، شیخ کیا ارشاد کرتے ہیں
دعا کرتے ہیں کیوں بہر بتان آرزو رخشاںؔ !
بتوں سے ربط رکھتے ہیں ، خدا کو یاد کرتے ہیں !!

تیرے فروغِ رخ کا وہ عالم نقاب میں
ہو جیسے عکس نیر تاباں سحاب میں

کیوں منفعل ہو تم دل کشتہ کے باب میں
اس کی بساط کیا ہے وہ ہے کس حساب میں

وہ عالم عتاب میں کاکُل کی برہمی
ناگن کی طرح کھاتی ہے بل پیچ و تاب میں

جائے نہ بے قراریٔ دل ! اے خدا کبھی
یارب ! کمی نہ آئے کبھی اضطراب میں

پھندا گلے کا ہے ترے مشتاقِ دید کے
ظالم ! گرہ نہیں ترے بند نقاب میں

بجلی میں ہے تڑپ ، تو ہے شعلہ میں اک لپک
ہے زیست کی نمود یہاں اضطراب میں

بس یہ نمود عالم فانی کی ہے مثال
اک منظر حسیں نظر آتا ہے خواب میں

ہستیٔ بے ثبات کا کیا اتنا اعتبار
یہ زندگی ہے یا ہے کوئی نقش آب میں

نومیدِ مغفرت نہیں رخشاںؔ تو کیا غلط
یارب ! ہے کیا کمی کرم بے حساب میں

ہلچل سی ہے اک برپا جذبات کی دنیا میں
دریا میں تلاطم ہے یا جوش ہے صہبا میں

احباب ہیں سرگرداں کیوں میرے مداوا میں
اس دور کا درماں ہے کب دست مسیحا میں

ہے محو جبیں سائی کس شوق میں اک خلقت
ہے کیسی کشش یارب ! اُس نقش کف پا میں

تم جلوہ فگن دل میں ، تم میرے تصور میں
تصویر تمہاری ہے اس دیدۂ بینا میں

رفعت کی تمنّا میں اُڑ اُڑ کے کہاں پہنچا
اک جوش کا عالم ہے ہر ذرۂ صحرا میں

تو پیکر رعنائی ، مجموعۂ زیبائی
ثابت تری یکتائی ہے حسن کی دنیا میں

تم میرے دل و جاں ہو ، تم جان تمنا ہو
تم خلوت دل میں ہو ، تم دیدۂ بینا میں

سوز و تپش دل نے اشکوں کو جلا ڈالا
اک بوند بھی ظالم نے چھوڑی نہیں دریا میں

وہ بام پر آئے ہیں کیا بن کے تماشائی
ہے حسن دو عالم کا خود جن کے سراپا میں

لب چشمۂ حیواں ہے، آنکھیں ہیں غضب قاتل
یہ دونوں کرشمے ہیں خود اپنے مسیحا میں

پہنچی لبِ جاناں سے یہ اپنے دل و جاں تک
یہ موجِ تبسّم ہے یا جوش ہے صہبا میں

اپنی شب یلدا میں آتا ہے نظر تو ہی
ہے روشنی تیری ہی اس چشم تمنا میں

اللہ کی قدرت کا رخشاںؔ ہے تماشائی
حیران نظارہ ہے اک بت کے سراپا میں

وہ میرے دیدۂ و دل میں سمائے جاتے ہیں
مرے خیال و تصور پہ چھائے جاتے ہیں

وہ بات بات میں یوں مسکرائے جاتے ہیں
کہ صبر و ہوش پہ بجلی گرائے جاتے ہیں

نقاب اٹھتی ہے جلوے دکھائے جاتے ہیں
اب اہل ہوش و نظر آزمائے جاتے ہیں

نئے نئے جو ستم ہم پہ ڈھائے جاتے ہیں
وہ اپنا بندۂ احسان بنائے جاتے ہیں

جفا و جور کے خوگر بھلائے جاتے ہیں
ستم پہ اور ستم آپ ڈھائے جاتے ہیں

نشانِ سجدۂ عشاق تھے جو عتبہ پر
اک اہتمام سے اب وہ مٹائے جاتے ہیں

لگائے جاتے ہیں نشتر بھی دوست طعنوں کے
خلوص اپنا بھی ہر دم جتائے جاتے ہیں

ہر اک سوال کا تیکھا جواب ملتا ہے
وہ بات بات میں رنجش جتائے جاتے ہیں

کٹھن ہے کیا رہِ الفت کہ دل لرزتا ہے
ہر ایک گام قدم ڈگمگائے جاتے ہیں

خوش آئے تم کو نہ آئے، سنو کہ تم نہ سنو
جو باتیں کہنے کی ہیں ہم سنائے جاتے ہیں

ہمارے شکوے کے انداز تو ذرا دیکھو
کہ اس میں شکر کے پہلو بھی پائے جاتے ہیں

یہ آپ کرتے ہیں کیا سعیِ رائگاں رخشاںؔ !
چراغ رخ پہ ہوا کے جلائے جاتے ہیں

ان نالہ ہائے نیم شبی میں اثر کہاں
مقبول و مستجاب دعائے سحر کہاں

ہوں ریب و شک تو فکر کے پھر بال و پر کہاں
قلب سلیم جب نہیں حسن نظر کہاں

پیک خیال ! قاصد فرخندہ فال بن
دل اب ہو درخورِ کرم نامہ بر کہاں

اک پیکر جمال کے قدموں سے تھی بہار
جب وہ نہیں تو رونق دیوار و در کہاں

دورِ خزاں میں کیا ملے شادابیٔ بہار
ان خشک ٹہنیوں میں وہ گلہائے تر کہاں

نظارہ سوز حسن وہ ، جلوہ وہ برق پاش
مشتاق دید دل سہی ، تاب نظر کہاں

ژولیدگی فکر سے ہے فہم نارسا
حسن خیال جب نہیں ، حسن نظر کہاں

بھولا نہیں ہوں حال سکندر کا جو ہوا
دل کو خیال ہم سفریٔ خضر کہاں

تو اے شب فراق نہیں ہوگی ختم کیا
یارب چھپی ہوئی ہے نمود سحر کہاں

کس کی نظر لگی کہ زمانہ بدل گیا
وہ دور پُر بہار ، وہ شام و سحر کہاں

دل ہی نہیں تو دل کی امنگوں کا کیا سوال
مژدے بھی سن کے ہوتا ہے اب دل خبر کہاں

پردے پڑے ہوئے ہیں جو غفلت کے سر بسر
آنکھوں میں قدر تابش شمس و قمر کہاں

مارے ہوئے ہیں جو شبِ تار فراق کے
ظلمت کدہ میں ان کے نوید سحر کہاں

سمجھا تو جا رہا ہے کہ مستور ہی ہے تو
اہل نظر یہ جلوہ ترا مستتر کہاں

اک قافلہ جو ہے سوئے منزل رواں دواں
پہنچاتی ہے یہ زیر زمیں رہ گزر کہاں

اب رک گئی ہے اشک فشانی سے چشم یاس
اب دامن تہی میں وہ لعل و گہر کہاں

حالؔی کی ہے زمیں میں تو رخشاںؔ غزل سرا
لیکن وہ آب و رونق گلہائے تر کہاں

یہ راہ تری تیرِ نظر! دیکھ رہے ہیں
مدت سے تجھے قلب وجگر دیکھ رہے ہیں

اے گل! تری صورت گل تر دیکھ رہے ہیں
حیران نظارہ ہیں، مگر دیکھ رہے ہیں

جس غنچہ کو دیکھا وہ شگفتہ نظر آیا
گلشن میں ترا فیض نظر دیکھ رہے ہیں

ہے دید کا بھی شوق، تجلی بھی ہے مانع
دیکھیں گے تو کیا تجھ کو، مگر دیکھ رہے ہیں

جلوہ تو کہاں ایک جھلک ہی سی دکھا کے
مشتاقوں کی وہ تاب نظر دیکھ رہے ہیں

دیکھا ہے دعائے سحری ! تیرا تماشا
اب آہ رسا ! تیرا اثر دیکھ رہے ہیں

یہ چاند، یہ سورج نکل آیا ہے کہاں سے
حیرت سے تجھے شمس وقمر دیکھ رہے ہیں

اس نقش کف پا میں ہے، وہ حسن کا عالم
حیراں سے سر راہ گزر دیکھ رہے ہیں

مغرب کے 'ممولوں' سے ہے اقبالؔ وہ مغلوب
'شاہیں' کو ترے چاک جگر دیکھ رہے ہیں

توبہ جو ہے اے پیر مغاں! جاتے ہیں اب ہم
مے خانہ کو بس ایک نظر دیکھ رہے ہیں

ہے زلف میں یوں وہ رُخ پُر نور فروزاں
شام شب ہجراں میں سحر دیکھ رہے ہیں

دندان ولب دوست کی خوبی ہو بیاں کیا
خوش آب سے کیا لعل و گہر دیکھ رہے ہیں

انساں کی ترقی ہے کہ ہے اس کا تنزل
دنیا کو جو یوں زیر و زبر دیکھ رہے ہیں

بیروت تجھے دے بھی کہیں جلد فراغت
ہم راہ تری نور نظر ! دیکھ رہے ہیں

ہے ان کی نگاہوں میں بھی جا کچھ مری رخشاںؔ !
یہ دیکھنے کو ہم وہ نظر دیکھ رہے ہیں

وہی ہے حسن ازل کی تمام جلوہ گری
خود اپنی کم نگہی ہے جو ہے یہ بے خبری
رہا ہو حسن ہمیشہ ہی محو جلوہ گری
یہ اپنا حال کہ جو تھی وہی ہے ، بے خبری
فضول ہے دل نالاں! یہ گریہ وافغاں
دعائے نیم شبی ہوگی نذر بے اثری
خوشا وہ کیف وہ سوز و گداز کا عالم
وہ آہ نیم شبی اور وہ گریۂ سحری
مریض دردِ محبت کا لاعلاج ہے، درد
مسیح کرتے ہیں کیوں یہ خیالِ چارہ گری
یقیں ہے نعمت عظمیٰ یقیں عطیۂ حق
خرد ہے جہل سراسر تمام خیرہ تری
وہ دیکھ ہوتی ہے صبح امید اب طالع
وہ ہورہا ہے نمایاں سپیدۂ سحری
بجھی ہے شمع تمنا ہے گل چراغ امید
ہو خضر حوصلہ! اب کارواں کی راہبری

شکایت غیر سے تیری ہے یا طرزِ بیاں میری
سمجھ تو یہ خطا تیری ہے، یا اے بدگماں میری
رہی حاجت ہی کیا اس کی کہ گویا ہو زباں مری
زبانِ بے زبانی بن گئی ہے ترجماں میری
کرے چارہ گری کیا خاک میرا رازداں میری
کہ دشمن بن گئی ہے خود یہ چشمِ خوں فشاں میری
حدیثِ شوقِ پنہاں جس کا محرم دل کو مانا تھا
پڑی غیروں میں کہنی ، ہائے یہ مجبوریاں میری
مروت پر مری مت بھول ، وہ بھی وقت آتا ہے
کہ ہوگا عرصۂ محشر ، ترا شکوہ ، زباں میری
اسی سے باغباں کو کد ، اسی سے برق کو ضد ہے
کھٹکتی ہے نگاہوں میں یہ شاخِ آشیاں میری
نہ ہوں میں بدزباں واعظ ! نہ میں گستاخ ہوں ناصح !
ہیں ازراہِ ظرافت آپ سے یہ شوخیاں میری
مرا سرمایۂ نازش مرا قلبِ تپاں رخشاںؔ !
مرا گنجِ گراں مایہ یہ چشمِ خوں فشاں میری

جلوۂ مستانۂ جاناں سے دل مدہوش ہے
سرخوش جام مسرت ہے سراپا جوش ہے
آتش ہجراں کا دل میں گو و فور و جوش ہے
اعتبار افزائے ضبطِ دل لبِ خاموش ہے
ہرچہ باداباد ساقی ! شغل مے ہو بے حجاب
آگیا ابر بہاری وقت نوشا نوش ہے
اللہ اللہ کیا بہار افزا ہے فکر رُوئے دوست
دل خیال چہرۂ گلفام سے گل پوش ہے
المدد اے جذبِ دل! اے ہمت دل المدد !
سامنا ہے ایک کافر کا جو غفلت کوش ہے
جام بادہ سے بھرا، بادہ نصیب دشمناں
قسمت شیدا کہ زہر غم کا جرعہ نوش ہے
مجھ کو کیا حاجت رہی مے کی ، مجھے کیا فکر جام
دل مرا ساغر بھری جس میں مے سرجوش ہے
زخمۂ تارِ رگِ جاں ، تیرا مذکور جمیل
سن کے تیرا نام دل میں کیا فغاں کا جوش ہے
حال سے غافل سراسر ، فکر فردا کچھ نہیں
دل ابھی تک محو رنگینی خواب دوش ہے
ہے تحیر آفریں عالم جمال یار کا
آنکھ وقفِ دید ، دل ہے محو، لب خاموش ہے
جرم بے اندازہ اس کے ، تیری رحمت بے شمار
اس کو اب پروا ہی کیا رخشاںؔ جو غفلت کوش ہے

حسن و جمال دوست پہ اکثر نظر گئی
دل کی مگر نہ حسرت بار دگر گئی

کیا کہیئے اب کہ کیا مرے جی پر گزر گئی
دل کو جلا کے صاف وہ برق نظر گئی

شام آئی اب وہ روشنئ بام و در گئی
روشن اُمید شمع تمنا کو کر گئی

الجھے جو تیری زلف پریشاں کے پیچ میں
الجھاؤ یہ وہ تھا کہ طبیعت سنور گئی

آئے جو تم تو وقت کی رفتار بڑھ گئی
تُو منزلوں تو یادِ وطن! ہم سفر رہی

غربت میں یوں تُو چھوڑ کے مجھ کو کدھر گئی؟
دل کی تڑپ سے ہوگیا سیماب منفعل

اس کی چمک سے شہرتِ برق و شرر گئی
ہے زندگی کا لطف تو کچھ درد و سوز میں

ہے موت ہی جو لذتِ دردِ جگر گئی
جب تم گئے تو گردش دوراں ٹھہر گئی

تو سست رو بھی، دل میں لگن بھی نہیں ترے
تجھ سے امید ہمرہی اے ہم سفر گئی

مذکور تیرا آیا تو دن ہوگیا تمام
قصہ چھڑا تو بات تری تا سحر گئی

رخشاںؔ ! فریب خوردۂ طول اَمل نہ ہو
بے کار ورنہ زندگیٔ مختصر گئی

ضیا افگن جو تو مہر جمال یار ہو جائے
تجلی سے تری دل مطلع انوار ہو جائے

جو اٹھ جائیں حجاب اور جلوہ فرما یار ہوجائے
تو فرطِ حسن ہی خود مانعِ دیدار ہوجائے

تمنائی ہے ہر دل محرم اسرار ہو جائے
یہ قسمت اُس کی ہے جس پر نگاہ یار ہو جائے

وہ چشمِ مست کیفِ مے سے جب سرشار ہوجائے
تو اس کی ہر نگہ اک تیغِ جوہردار ہوجائے

زمانہ ہو موافق، یار اپنا یار ہوجائے
اگر تو مہرباں اے طالعِ بیدار ہوجائے

قیامت ہے وفاداروں سے وہ بیزار ہو جائے
جو اس کو چاہیں ، اس کے درپے آزار ہو جائے

ہے پہلو میں جو دل جب خود وہ نوک خار ہو جائے
تو شکوہ کیا ، زمانہ بر سر پیکار ہو جائے

وہ چشم فتنہ گر رہتی ہے بس اس تاک میں ہردم
اِدھر اک چوٹ کر جاے ، اُدھر اک وار ہو جائے

یہ حال انسان کا ہے اپنی مجبوری کے عالم میں
خدا جانے یہ کیا کر گزرے جب مختار ہو جائے

غم جاناں ہی ہے بس اک سہارا اس کے جینے کا
غم دوراں سے جس کی زندگی دشوار ہو جائے

اِدھر تیر افگنی پر چشمِ فتّاں ان کی آمادہ
بلائے جاں اُدھر وہ گیسوئے خمدار ہوجائے

جو دل سے آہ نکلے وہ فراز عرش تک پہنچے
جو نکلے لب سے نالہ ، آسماں سے پار ہو جائے

یہ دل کیا چیز ہے، اس جان کی کیا قدر و قیمت ہے
یہ جاں ہو نذرِ جاناں، دل نثارِ یار ہوجائے

نہ جینے میں کوئی لذت، نہ مرنے پر اسے قدرت
وہ انساں کیا کرے جو زیست سے بیزار ہوجائے

وہ چشمِ مستِ ساقی تو نے کب دیکھی ہے اے واعظ
اگر تو دیکھ لے اس کو تو خود میخوار ہو جائے

سرشکِ خوں تو اپنا عزت لعل بدخشاں ہو
جو ٹپکے آنکھ سے آنسو دُرِّ شہوار ہو جائے

یہی انساں تو ہے ، اک دن جو مسجود ملائک تھا
خدا کی شان اب وہ یوں زبون و خوار ہو جائے

تلاطم ہے غضب، کشتی شکستہ ، ناخدا غافل
خدا ہی ہے کہ طوفاں سے یہ بیڑا پار ہو جائے

دمِ نظارہ محفل میں تری محوِ نظارہ کا
یہ عالم تھا کہ جیسے نقش بر دیوار ہو جائے

فدا کاری کا اس کی امتحاں ، منظور ہے ان کو
گل تسلیم بن کر دل نثار یار ہو جائے

وہ وعدہ کر کے اے رخشاںؔ بھلا بیٹھا قیامت ہے
ہمارا قلعۂ اُمید یوں مسمار ہو جائے

یہاں کا ذرہ ذرہ طالب اکرام ہوتا ہے
یہ ہے راہ طلب یاں سجدہ ہر ہر گام ہوتا ہے

تو دل! کیوں شکوہ سنجِ گردشِ ایام ہوتا ہے
تجھے ناداں یہ کیا سوجھی ہے، کیوں بدنام ہوتا ہے

ستمگر اور ہے، دَورِ فلک بدنام ہوتا ہے
کسی کا نام ہوتا ہے، کسی کا کام ہوتا ہے

کبھی الفت کا رہرو کشتۂ اوہام ہوتا ہے
نظر والا کہیں پابند رسم عام ہوتا ہے

جسے آغازِ الفت میں سرِ انجام ہوتا ہے
محبت میں اسے ناکامیوں سے کام ہوتا ہے

تحیر ، شوق و مستی ، خود فراموشی و محویت
رہِ الفت کا عالم اک نیا ہر گام ہوتا ہے

ترا شکوہ مرے لب پر نہ آیا ہے نہ آئے گا
گلے شکوے سے کب اہل وفا کو کام ہوتا ہے

اجل کا خوف ہو کیا، کیوں ہو ننگِ و نام کی پروا
رہِ الفت میں حائل کب خیالِ خام ہوتا ہے

تمھیں بھی ، گو ستم ہی کے لیے، ہم یاد آتے ہیں
محبت ہی محبت کا مگر انعام ہوتا ہے

تو ہے مقصود زاہد، عاصیوں کا تو سہارا ہے
کہ تسکیں بخشِ دل یارب! ترا ہی نام ہوتا ہے

یہ ہے راہ محبت ، پھونک کر ہر ہر قدم رکھئے
کہ بے پاسِ ادب مہلک یہاں اقدام ہوتا ہے

بتانِ مصلحت کو دل میں دی ہے کیوں جگہ اتنی
تو اے مرد خدا ! کیوں بندۂ اصنام ہوتا ہے

ہوئی پیر مغاں کی نذر کس دستار واعظ کی
مبارک رندو ! خرقہ آج رہن جام ہوتا ہے

کبھی اتمامِ حجت کی جو نوبت ان سے آئی بھی
تو مجرم میں ہی ٹھہرا، مجھ پہ سب الزام ہوتا ہے

انہیں کو یہ ستاتے ہیں ، انہیں کو یہ جلاتے ہیں
جو ان کافر بتوں کا بندۂ بے دام ہوتا ہے

تری ہی شکل زیبا مرتسم ہے دیدۂ دل میں
زبانِ شوق پر میری ترا ہی نام ہوتا ہے

یقیں کامل ہو جس کا اور جس کا عزم محکم ہو
موافق اس کے دورِ چرخِ نیلی فام ہوتا ہے

جو کافر سنگ دل ہیں، بے وفا، بے مہر و قاتل ہیں
انھیں کا جانے کیوں دل بندۂ بے دام ہوتا ہے

زمانہ برسر آزار ہو رخشاںؔ ! تو کیا پروا
ستم ہے دوست اپنا درپئے آلام ہوتا ہے

پھری سی مجھ کو طبع دوستاں معلوم ہوتی ہے
نگاہ مہرباں نا مہرباں معلوم ہوتی ہے

نگاہ شوق خود دل کی زباں معلوم ہوتی ہے
زبانِ بے زبانی ترجماں معلوم ہوتی ہے

بہار باغ الفت بے خزاں معلوم ہوتی ہے
محبت اک بہارِ جاوداں معلوم ہوتی ہے

دیئے جاتی ہے یہ چکّر پہ چکّر اپنے شیدا کو
زمینِ کوئے جاناں آسماں معلوم ہوتی ہے

خدا کا شکر، جذبِ دل نے اپنا رنگ دکھلایا
اِدھر مائل جو طبعِ دلستاں معلوم ہوتی ہے

ہے اس عنواں دل ایذا طلب بس جور کا طالب
یہ اک حسن طلب ہے گو فغاں معلوم ہوتی ہے

تو چھپ کر بھی نہیں چھپتا ہے حسن شاہد مطلق
تجلی ذرہ ذرہ سے عیاں معلوم ہوتی ہے

یہ اپنے شوق کا عالم ہے، یہ اپنی ہے محویت
"نہیں" بھی تیری ظالم! مجھ کو "ہاں" معلوم ہوتی ہے

دبے پاؤں چلی جاتی ہے کیا عمرِ رواں! تو بھی
سمندِ بادپا، برقِ تپاں معلوم ہوتی ہے

تری آنکھوں کی ہر جنبش سے ہے اک کیفِ نو پیدا
یہ لمحہ اک تازہ جہاں معلوم ہوتی ہے

خدا جانے بہالے جائے گی یہ کتنے گھر ظالم
یہ چشمِ خونفشاں بحرِ رواں معلوم ہوتی ہے

ہوا غفلت سے رخشاںؔ! اعتبارِ ہستئ فانی
خزاں ہے اور بہارِ بے خزاں معلوم ہوتی ہے

اس شوخ کی نظروں سے وہ تیر نکلتا ہے
کیسا ہی قوی دل ہو دل اس کا دہلتا ہے

ضبط غم الفت سے اب جان پہ بن آئی
اشک آنکھوں میں امنڈے ہیں دل سینہ میں جلتا ہے

ٹھکراتا ہے وہ ظالم ارمان بھرے دل کو
بیدرد کو دیکھو تو پھولوں کو مسلتا ہے

سیر گل و گلشن سے ہوتی ہے فزوں وحشت
دیوانہ تو دیوانہ، صحرا میں بہلتا ہے

اک قطرۂ خونِ دل طوفان اُٹھاتا ہے
اشک آنکھوں میں بن بن کر چشمہ سا ابلتا ہے

اس شوخ کی آنکھیں ہیں یا برق چمکتی ہے
رخسار کا یہ عالم شعلہ سا نکلتا ہے

اک قہر و غضب ہی ہے، یارب ! غم الفت بھی
دل توڑ ہی دیتا ہے، جاں لے ہی کے ٹلتا ہے

تو جورِ فلک کا دل ! کرنا نہ گلہ اس میں
توہین ستمگر کا پہلو بھی نکلتا ہے

ابر آئے ہیں گھر گھر کر ساقی ہے مُصر پیہم
توبہ ہے کہ رو کے ہے ، دل ہے کہ مچلتا ہے

ہیں اس بتِ پُرفن کی ہر بات کے سَو پہلو
اقرار کی صورت میں انکار نکلتا ہے

وہ آئی بہار آئی ، اب دور خزاں رخصت
ہر خار و گل گلشن اک سانچے میں ڈھلتا ہے

نو میدی کے بادل سے سورج کی کرن چمکی
امید بر آنے کا عنوان نکلتا ہے

ہو ذوق یقیں جس میں ناکام نہیں ہوتا
مٹ مٹ کے ابھرتا ہے ، گرگر کے سنبھلتا ہے

رزم حق و باطل کا ہر دور میں افسانہ
یکساں ہی رہا رخشاںؔ ! عنوان بدلتا ہے

پروائے غمِ دوراں کیا جب غمِ جاناں ہے
یہ دردِ محبت ہے ، ہر درد کا درماں ہے

فریاد کہ شیون ہے ، نالہ ہے کہ افغاں ہے
تاثیر سے خالی ہے اک سعیٔ پشیماں ہے

یا رب وہ بتِ کافر ال فتنۂ دوراں ہے
ہے دشمنِ جان و دل، غارت گرِ ایماں ہے

اب پنجۂ وحشت کے قابو میں گریباں ہے
کہنے میں نہیں اب دل آغاز بہاراں ہے

دِیں صدقے ہے، نذرِ ایماں، قربان دل و جاں ہے
وہ شوخ دلِ جاں ہے، وہ حاصلِ ایماں ہے

ہو خیر نشیمن کی، آثار نہیں اچھے
بجلی بھی تڑپتی ہے کیا زور کا طوفاں ہے

غرقاب تلاطم میں دل کا نہ سفینہ ہو
اشکوں کا یہ عالم ہے طوفان بہ داماں ہے

اک لعل بدخشاں ہے یا وہ لب رنگیں ہے
وہ روئے نگاریں ہے یا اک گل خنداں ہے

دل صید ہوا اس کا، اب ہوگا رہا یہ کیا
خود دامِ بلا دل کو وہ گیسوئے پیچاں ہے

ہے رونق کاشانہ اک شمع تمنا سے
اس رخ کے تصور سے روشن شب ہجراں ہے

کیا حسن تصور ہے ، یوں کٹتے ہیں روز و شب
رخ صبح بہاراں ہے ، گیسو شب ہجراں ہے

غم کو جو اگر دیکھو عنوان مسرت ہے
آمد جو خزاں کی ہے تمہید بہاراں ہے

دن کو بھی وہاں رہتی ہے شب ہی سی تاریکی
جس کے حرم دل کا غم شمعِ شبستاں ہے

اے دیدۂ تر ! تو نے دولت یہ بہا ڈالی
جو جوہرِ پنہاں تھا ، اب گوہر غلطاں ہے

روشن سا ستارہ ہے ، رخشاںؔ ! یہ ہدایت کا
ہے اشک ندامت یا انجم سر مژگاں ہے

آئی ہے ظلمتیں شب ہجراں لیے ہوئے
آجاؤ رخ کی شمع فروزاں لیے ہوئے

گیسو ہے ظلمت شب ہجراں لیے ہوئے
وہ رخ فروغِ نیر تاباں لیے ہوئے

اپنی شب فراق کی تاریکیوں میں ہے
اس کا خیال شمع فروزاں لیے ہوئے

یارائے عرض حال کہاں اس کے روبرو
گویائی ہے سکوت کا عنواں لیے ہوئے

آشوب خلق و فتنۂ دوراں نگاہ ناز
دام بلا ہے گیسوئے پیچاں لیے ہوئے

سفاک آنکھ وہ کہ کرے دم میں خون خلق
اور لب خواص چشمۂ حیواں لیے ہوئے

عشاق کی تو ہے غم جاناں سے زندگی
اور خلق ہے کہ ہے غم دوراں لیے ہوئے

بلبل بنا کے اپنا نشیمن تھی باغ باغ
تھی برق و باد گردش دوراں لیے ہوئے

اک شمع رخ کی یاد سے روشن ہیں بام و در
تاریکیاں رہے شب ہجراں لیے ہوئے

زلف سیاہ و مست نگہ ، لعل شکرّیں
فتنے ہے خود وہ فتنۂ دوراں لیے ہوئے

جہد و عمل ہی سے ہے عبارت یہ زندگی
رونق ریاض سے ہے گلستاں لیے ہوئے

رخشاںؔ ! ہیں اور حشر میں اپنا لیے عمل
اور ہم امید رحمت یزداں لیے ہوئے

کاش یہ درد محبت رگ جاں تک پہنچے
اس کی معراج ہے انساں جو یہاں تک پہنچے

شیخ کی طرح نہ ہم دیرِ گماں تک پہنچے
ہم جو پہنچے تو در پیر مغاں تک پہنچے

حرم کعبہ سے جو دیر بتاں تک پہنچے
اوج سے گر کے وہ پستی میں کہاں تک پہنچے

سونی سونی ہوئی جاتی ہے دلوں کی دنیا
لوگ گو اڑتے ہوے کاہکشاں تک پہنچے

قفس حسرت و حرماں میں یہ کب تک تڑپے
کاش اک تیرِ ادا طائر جاں تک پہنچے

اک نہ اک روز یقیں بھی انھیں آجائے گا
شکر ہے وہ مری الفت کے گماں تک پہنچے

ہے صدا دل کی ، یہ بے روک پہنچ جاتی ہے
کون جانے کہ یہ آواز کہاں تک پہنچے

دوست کی خاطر نازک کا بھی کچھ پاس رہے
شکوۂ جور نہ اندازِ فغاں تک پہنچے

سمجھا احباب نے سودا تو طبیبوں نے جنوں
کون ہے اب ، جو مرے درد نہاں تک پہنچے

ہے دعا وہ کہ نہ پہنچی وہ سر عرش بریں
نالے وہ ہیں جو نہ تاثیر فغاں تک پہنچے

قطرۂ اشک ہے یہ ، اس کو سمجھتے کیا ہو
متّصل ٹپکے تو یہ سیل رواں تک پہنچے

دل میں اصنام خودی لے کے چلے ہیں جو حرم
کعبہ کیا پہنچیں گے ، ہاں کوئے بتاں تک پہنچے

دوست کا ربط نہاں رخشاںؔ ! رہے راز خفی
بات نازک ہے یہ دل سے نہ زباں تک پہنچے

حضرت دل کا ارادہ اور ہے
مصلحت کا کچھ تقاضا اور ہے

دل کی وحشت کا تقاضا اور ہے
اور ہمدردوں کا کہنا اور ہے

اب تو کچھ وضع زمانہ اور ہے
دیکھتا ہوں رنگ دنیا اور ہے

مستیٔ دل کا الگ انداز ہے
کیف مے ، مستیٔ صہبا اور ہے

دل کی دنیا اک جہانِ آرزو
ہر تمنا کا تقاضا اور ہے

اپنی مستی دل کے میخانہ سے سحر
شیخ صاحب ! کیف صہبا اور ہے

گلشن دل میں انوکھی ہے بہار
دل کی دنیا میں تماشا اور ہے

چشم فتّاں تاک میں اپنی الگ
دام گیسو اس پہ طرہ اور ہے

تھا کبھی ہم سے بھی تم کو ارتباط
اب تو نقشہ ہی تمہارا اور ہے

دشمنی کا پردہ ہے خود دوستی
اب تو کچھ وضعِ احبّا اور ہے

پہلا ہی جلوہ تو رخشاںؔ ! کم نہ تھا
ہے غضب جلوے پہ جلوہ اور ہے

چھایا ہوا خیال جو صبحِ وطن کا ہے
بگڑا ہوا مزاج دلِ پُر محن کا ہے

عنبر کا ہے کرم ، نہ یہ مشکِ ختن کا ہے
دل مست، بوئے زلفِ شکن در شکن کا ہے

شہرہ کسی کے ہے لب و دنداں کا ہر طرف
دُرِّ عدن کا اب ، نہ عقیقِ یمن کا ہے

فریاد ہے تطاولِ زلفِ دراز کی
مسحورِ عالم اک نگہ سحر فن کا ہے

اک شمع ، ہے جو شمعِ فروزاں کے سامنے
پروانہ اس کا ہے جو شریک انجمن کا ہے

سود و زیاں کی فکر سے خالی ہے دل مرا
رہبر سے حسنِ ظن ہے، نہ ڈر راہزن کا ہے

احسان و فیض سب ہے نسیمِ بہار کا
نکھرا ہوا جو رنگ گل و یاسمن کا ہے

دیکھی خوشی تو سمجھا کہ افتاد ہے نئی
خوگر دلِ غریب جو رنج و محن کا ہے

گلشن ہی بہرہ ور نہیں فیضِ بہار سے
گلزار بن گیا ہے خود عالم یہ بن کا ہے

اس چشمِ مے فروش کا کچھ آ گیا دھیان
نشہ سا اب تو سر میں شرابِ کہن کا ہے

رخشاںؔ ! ہیں ذکر و فکر میں مغرب کے مست سب
اب تذکرہ کہاں وہ حجاز و یمن کا ہے

یکساں جو مدتوں سے زمانہ سفر میں ہے ۔۔۔ سودا طلب کا کس کی بھرا اس کے سر میں ہے

کانٹوں میں حسن، آب بھی گلہائے تر میں ہے ۔۔۔ کیا رونق بہار کا عالم نظر میں ہے

کیوں انقلاب دور فلک کے اثر میں ہے ۔۔۔ یک رنگی کیسی یہ مری شام و سحر میں ہے

جب آنکھ کھولئے تو ہے گلزار روبرو ۔۔۔ سارا جمال و حسن تو حسن نظر میں ہے

دورِ خزاں میں بھی ہے وہی انبساط دل ۔۔۔ شادابیٔ بہار کا عالم نظر میں ہے

شام الم تو عکس ہے گیسوئے یار کا ۔۔۔ روئے صبیح دوست کا پرتو سحر میں ہے

سوزِ دروں سے جل گیا، کچھ اشک بن گیا ۔۔۔ اب قطرہ خوں کا دل میں، نہ باقی جگر میں ہے

پژمردگیٔ غنچۂ دل کا سبب نہ پوچھ ۔۔۔ تاراجیٔ خزاں کا بھی نقشہ نظر میں ہے

جی ڈر رہا ہے نذرِ حوادث نہ ہو چمن ۔۔۔ ہر سمت سے یہ نرغۂ برق و شرر میں ہے

طول شب فراق سے گھبرا گیا ہے جی ۔۔۔ کیوں آج دیر اتنی نمود سحر میں ہے

ہاں اے نسیم رحمت باری ! ادھر بھی آ ۔۔۔ پھیلی ہوئی نمی مرے دامان تر میں ہے

پیمانۂ حیات میں مے تو ذرا سی ہے ۔۔۔ مستی بس اتنی ہے کہ بھری سب کے سر میں ہے

رخشاںؔ ! وطن کی یاد بھی بھولی ہوئی سی ہے
مدت ہوئی کہ اب تو اقامت سفر میں ہے

ڈھونڈتا ہے تو کہاں لیلیٰ اسی محمل میں ہے جلوہ گاہ حسن مطلق تیرے طور دل میں ہے
دل کہ غلطاں اور پیچاں فکر لا حاصل میں ہے کتنا پختہ وضع اپنے شیوۂ باطل میں ہے
سر میں سودا ہے ترا، آنکھوں کو تیرا اشتیاق لب پہ تیرا نام ہے، تصویر تیری دل میں ہے
ہوگئی مدت کہ بیگانہ ہوں بزم دوست سے پر تعلق دل کا یوں، گویا اسی محفل میں ہے
ذرہ ذرہ راہ کا تاباں مثال ماہ ہے کیا کشش یارب! کسی کے جادۂ منزل میں ہے
اللہ اللہ نام بھی میرا جہاں لینا تھا منع خیر سے اب تذکرہ میرا اسی محفل میں ہے
نور و ظلمت کے تصادم پر یہ حیرت کیوں تجھے کشمکش روز ازل ہی سے حق و باطل میں ہے
ہے مرا سر خم جو ہے تیغ آزمائی کا خیال میرے دل میں بھی وہی ہے آپ کے جو دل میں ہے
موج و طوفاں آشنا ہو دُرِّ مقصد کے لئے ویسے امن و عافیت تو دامن ساحل میں ہے
اتنی ہی نفرت وہاں، جتنا یہاں ہے اشتیاق ایک شئے، پَر فرق کتنا کیفیات دل میں ہے

دل کا جوہر ہے محبت، رکھ اسے نفرت سے پاک
دیکھ رخشاںؔ! رِفق و الفت اس کے آب و گِل میں ہے

ٹپکا پڑتا ہے ہر اک بت سے جمال خالق
بتکدہ ہمسر کعبہ نظر آتا ہے مجھے

مل گیا حسن نظر ، حسن پرستی کا صلہ
ہر طرف حسن کا جلوہ نظر آتا ہے مجھے

ذرہ ذرہ سے تری شان عیاں ہے یا رب
خار و گل میں ترا جلوہ نظر آتا ہے مجھے

منت چارہ گراں ، رخشاںؔ ! نہ فکرِ درماں
درد ہی اب تو مداوا نظر آتا ہے مجھے

نورِ صبح دید سے روشن نظر ہوتی نہیں
ہجر کی شب کی الٰہی ! کیا سحر ہوتی نہیں

اعتراف مے کشی پر محتسب تعزیر کیا
مے کشوں کی بات کوئی، معتبر ہوتی نہیں

اس قدر محو تصور ہوں کہ جب آتے ہیں وہ
ان کے آجانے کی بھی پہروں خبر ہوتی نہیں

آپ غیروں سے جو کرتے ہیں مری بد گوئیاں
بندہ پرور اس کی کیا مجھ کو خبر ہوتی نہیں

رخشاںؔ !اک سودا نہ ہو سر میں، تو ہے بے لطف زیست
زندگی نادان ! بے مقصد بسر ہوتی نہیں

محوِ حیرت ہوں کہ یارب کیا سے کیا ہونے کو ہے
آشنا دل اپنے پہلو سے جدا ہونے کو ہے

الفت پنہاں کا راز اب بر ملا ہونے کو ہے
یعنی ضبط عشق کی اب انتہا ہونے کو ہے

لذت مے بھول بیٹھا تھا ، نصیحت سے تری
ناصحا ! کچھ اور شوق مے سوا ہونے کو ہے

حضرت زاہد کو کچھ کچھ ڈھب پہ لے آئے ہیں رند
تار تار اب زہد کی نازک قبا ہونے کو ہے

مختصر یہ ہے کہ رخشاںؔ اب یہ اپنا حال ہے
دل شہید آرزو ہے ، جاں فدا ہونے کو ہے

اب ایسی آہ بھی کیا اپنی بے اثر ہوگی
کبھی تو ان کو مرے حال کی خبر ہوگی

کسے خبر تھی شبِ ہجر یوں بسر ہوگی
تری شبیہ سے روشن مری نظر ہوگی

جو سوئے غیر تری لطف کی نظر ہوگی
تو وہ نگاہ مرے دل کو نیشتر ہوگی

مذاق درد کی تسکین ہوگی پھر کیونکہ
سکوں پذیر جو یوں سوزش جگر ہوگی

تغافل ان کی روش اور یہاں یہ خود داری
ہمارے حال کی پھر کیا انہیں خبر ہوگی

دل و جگر کو سنبھالوں زباں کو بند رکھوں
یہ چشم اشک فشاں پھر بھی پردہ در ہوگی

رہی جو آہِ شرر بار یوں ہی اے رخشاںؔ
تو اس سے کچھ تو فزوں سوزشِ جگر ہوگی

کٹ رہی ہیں یوں مری تنہائیاں
ہیں خیالِ یار کی رعنائیاں

تیرے ہاتھوں میں لکھی رسوائیاں
ہیں غضب اے دل تری خود رائیاں

عشرتِ ماضی کی یاد آنے لگی
شوقِ دل لینے لگا انگڑائیاں

عشق سے وہ حسن کا حسنِ سلوک
تیری وہ مجھ پر کرم فرمائیاں !

خم بخم ہے زلف ، ہے ابرو پہ بَل
سیکھ لیں کافر نے خود آرائیاں

سحر فن آنکھوں کا جادو ، الاماں
گیسوؤں کی اُف جنوں افزائیاں

جانِ رخشاںؔ ! لطف یہ رخشاںؔ پہ کیوں؟
آج پھر کیوں وہ کرم فرمائیاں !

جو سرخرو سرِ مقتل رگِ گلو نے کیا
ادا تو تیغ کا حق کچھ مرے لہو نے کیا

کمال ، اہلِ ہنر کو وبالِ جان ہوا
چمن سے گل کو جدا اس کے رنگ و بو نے کیا

اُٹھا کے آنکھ نہ دیکھیں یہ جام و مینا کو
یہ سیر رندوں کو ساقی ! ترے سبو نے کیا

دل و جگر تو نہ پھنکتے جو آہ کر لیتا
یہ ہائے کیسا ستم ، پاسِ وضع ! تو نے کیا

بھٹکتا کیوں رہا دیر و حرم میں طالبِ دوست
خود اپنے دل میں نہ اس کو تلاش تو نے کیا

بہ تنگ آیا ہوں رخشاںؔ ! دلِ پریشاں سے
تجھے تباہ اسی یارِ فتنہ خو نے کیا

ہر نقش ماسوا کو مٹاتا تو خوب تھا آئینہ لوحِ دل کو بناتا تو خوب تھا
ناداں ! تو اب بھی ہوش میں آتا تو خوب تھا دل بس اسی سے لَو تو لگاتا تو خوب تھا
خاطر میں تو نہ غیر کو لاتا تو خوب تھا ممنونِ لطف مجھ کو بناتا تو خوب تھا
ہے موسمِ بہار، شبِ ماہ ، دورِ جام اس وقت تو بھی یار ! جو آتا تو خوب تھا
ظالم ! بتا ملا تری الفت سے کیا مجھے ناحق کو اس میں جاں نہ کھپاتا تو خوب تھا
جب جلوہ گاہ یار بنا ہے حریمِ دل اس میں خیالِ غیر نہ آتا تو خوب تھا
حاصل کچھ اس کا جی کے زیاں کے سوا ہے کیا کافر بتوں سے دل نہ لگاتا تو خوب تھا
اپنا ہی جب وجود بنا ہے حجابِ دوست ہستی کو اپنی خود ہی مٹاتا تو خوب تھا

ان خود فریبیوں کا ہے رخشاںؔ ! حصول کیا
وہمِ خودی کو دل سے مٹاتا تو خوب تھا

عجیب چیز یہ حسنِ کلام ہوتا ہے　　کہ اس کے سحر سے دشمن بھی رام ہوتا ہے

یہ آج جلوہ جو بالائے بام ہوتا ہے　　حضور ! حشر کا کیا اہتمام ہوتا ہے

الٰہی خیر ! یہ کیا اہتمام ہوتا ہے　　حریفِ طور یہ کیوں آج بام ہوتا ہے

اسے نہ حاجتِ الیاس و رہنمائی خضر　　کہ راہِ عشق میں دل خود امام ہوتا ہے

زہے وہ وقت جب آتی ہے دل میں یاد تری　　خوشا وہ لب کہ ترا جس پہ نام ہوتا ہے

کسی کے گیسوئے پیچاں کا آ رہا ہے خیال　　سکون و ضبط کا برہم نظام ہوتا ہے

کچھ ایسی راتیں بھی آتی ہیں اے تصورِ یار!　　کہ جس میں سچ یہ ہے جینا حرام ہوتا ہے

نگاہِ پیرِ مغاں کا ہے فیض مستئ رند　　پہ بد مذاقی سے صہبا کا نام ہوتا ہے

----- ق -----

کسی کے دستِ تمنا میں جامِ عشرت ہے　　کسی غریب کو جینا حرام ہوتا ہے

مگر حزیں نہ ہوا اے دوست! ہے یہ نظمِ جہاں　　ہر اک کا اپنا جدا اک مقام ہوتا ہے

بقدرِ ظرف ہیں سرشار سب کے سب رخشاںؔ!

کہ پیرِ میکدہ کا فیض عام ہوتا ہے

آرہی ہے دل میں رہ رہ کر بہار آنے کی یاد
خوں رلاتی ہے اب اے ہمدم اُس افسانے کی یاد

ہوگئی مینائے دل خالی زصہبائے خوشی
اب کہاں وہ ذوق بادہ کیسی پیمانے کی یاد

چشم ساقی کی عنایت ہے جو ہے یہ ذوق و کیف
ہے انہیں آنکھوں کے صدقے سب یہ پیمانے کی یاد

ہوگئی مدت کہ ہوں بیگانۂ لطف چمن
پھر بھی آجاتی ہے رہ رہ کر بہار آنے کی یاد

گر نہیں تطہیر دل طوف حرم کا کیا حصول
لطف تو جب ہے نہ آئے پھر صنم خانے کی یاد

میرے حال زار پر ان کی عنایت کی نظر
کتنی دلکش ہے وہ ان کے لطف فرمانے کی یاد

اس نگاہِ سحر فن کا سحر رخشاںؔ ! کیا کہوں
اپنی ہستی کا تصور ہے، نہ کاشانے کی یاد

محبت کی خلش دل سے بہ آسانی نہیں جاتی
کبھی بے جاں لئے یہ دشمن جانی نہیں جاتی

حجابوں کی یہ کثرت بے حجابی پر معاذ اللہ !
وہ صورت ہو کے بے پردہ بھی پہچانی نہیں جاتی

حقیقت جاننی اپنی کمال آدمیت ہے
یہی تو وہ حقیقت ہے جو پہچانی نہیں جاتی

تجلّی سے تری روشن نہ جب تک خانۂ دل ہو
جتن کچھ کیجئے اس گھر کی ویرانی نہیں جاتی

لحد میں بھی سکوں ملتا نہیں تیرے شہیدوں کو
خرام یار ! تیری حشر سامانی نہیں جاتی

وہی گلشن ہے فصل گل میں تھی جس پر بہار اتنی
خزاں میں اس کی اب صورت بھی پہچانی نہیں جاتی

غضب چسکا پڑا شعر و سخن کا تجھ کو اے رخشاںؔ !
کوئی بھی حال ہو تیری غزل خوانی نہیں جاتی

میں کب تجھ سے دل ، دلربا چاہتا ہوں
ترے دل میں تھوڑی سی جا چاہتا ہوں

محبت میں تیری مٹا چاہتا ہوں
بس اب جاودانی ہوا چاہتا ہوں

نہ مے کی طلب ہے نہ ساغر کی حاجت
کرم بس ترا ساقیا ! چاہتا ہوں

عطا اپنی الفت کر اس دل کو یاربٍ !
یہ تجھ سے بہ صدق و صفا چاہتا ہوں

نہ شاکی ستم کا نہ خواہاں کرم کا
دفا کا ہوں بندہ وفا چاہتا ہوں

تغافل کی ظالم ! کوئی حد بھی آخر
کہ اک نقش عبرت بنا چاہتا ہوں

ترے در سے اُٹھ کر کہاں جاؤں آخر
یہیں اب اجل سے ملا چاہتا ہوں

جو دردِ محبت سے واقف نہیں ہیں
انہیں سے میں اس کی دوا چاہتا ہوں

مرے لوحِ دل پر بنا ان کی صورت
بس اور اے تصور کیا میں چاہتا ہوں

بس اے نا امیدی ! کرم کر تو ہی اب
تمنا سے ہونا رہا چاہتا ہوں

فریب تمنا سے ہر آن رخشاںؔ
نئ کشمکش میں پھنسا چاہتا ہوں

دل تری بے مہریوں سے خلد منزل ہوگیا
اب تو ظالم ! خوش ہو ، لے ٹھنڈا ترا دل ہوگیا

نازکی سے ہائے شل ہی دست قاتل ہو گیا
اب تڑپ اے دل ، کہ مرنا بھی تو مشکل ہوگیا

نازِ یکتائی تھا کیا کیا اس کو اپنے حسن پر
فق ہوا چہرہ ، جب آئینہ مقابل ہوگیا

آئینے میں اپنی صورت دیکھ کر وہ غش ہوا
کیا تماشا ہے کہ خود قاتل ہی بسمل ہوگیا

دیکھ کر جیتے تھے جس کو ، مر رہے ہیں اس پہ اب
جو مراد دل تھا ، اب غارت گرِ دل ہوگیا

حاصل رفتہ کا غم اک سعئ لا حاصل ہی ہے
ایسی فکروں سے بھلا کیا تجھ کو حاصل ہوگیا

زندگی کی سعی پیہم ، اک مسلسل جہد ہے
حیف اے رخشاںؔ ! جو اس نکتہ سے غافل ہوگیا

اسی پہ حیف یہ قسمت کہ دل نثار بھی ہے
جو دلستاں بھی ہے، ظالم بھی، جاں شکار بھی ہے

نشیلی آنکھ غضب تیری ہوشیار بھی ہے
کہ دل اُڑانے میں چوکس بھی استوار بھی ہے

فریفتہ ترا ظالم ! دل فگار بھی ہے
نثار تجھ پہ دل و جاں ہے جان زار بھی ہے

ہو شکوہ جبر کا کیا، حاصل اختیار بھی ہے
اس اختیار کا لیکن کچھ اعتبار بھی ہے

دو رنگیوں کا مرقع ہے گلشن ایجاد
یہاں خزاں بھی ہے، رنگینی بہار بھی ہے

نگاہ ہی نہیں کچھ دل کی گھات میں تنہا
کہ اس کی تاک میں وہ زلف تابدار بھی ہے

جناب شیخ بھی ہیں ایک طرفہ نیرنگی
کہ ساتھ کبر کے کچھ ان میں انکسار بھی ہے

مدار زیست کا جب اک دو سانس پر ٹھہرا
تو ایسی ہستیِ وہمی کا اعتبار بھی ہے؟

اگر دل اس نگہِ جانستاں سے بچ نکلا
تو اس کے گیسوئے پیچاں کا پھر شکار بھی ہے

ترے وجود سے ہے خود خزاں برنگِ بہار
جو تو نہیں ہے تو بے کیف پھر بہار بھی ہے

بچا کے ہاتھوں کو کانٹوں سے، پھول چن رخشاںؔ !
چمن میں پہلوئے گل ہی میں دیکھ خار بھی ہے !!

اس عالم فنا کی ہر کیفیت ہے فانی
پر عشق کی بدولت فانی بھیِ جادوانی

اے حسن! تیرے قرباں! کی خوب قدروانی
یاں شوق کے تقاضے، تو صرف 'لن ترانی'

اپنی تو مختصر ہے ہمدم! یہی کہانی
دل صرفۂ الم، جاں نذر غم نہانی

یہ غم کدہ ہے، اس میں غم سے مفر کہاں ہے
دل کا شباب میں غم، اب ہے غم جوانی

اللہ رے فیض الفت، ہے عشق بھی کرامت
ہے عشق کی بدولت فانی بھی جاودانی

سچ ہی سمجھ رہا ہوں، وعدوں پہ جی رہا ہوں
یہ اپنی سادگی ہے، یہ دل کی خوش گمانی

تصویر کیا بنائیں، جب تجھ کو دیکھ کر خود
بہزاد چپ کھڑا ہے، حیراں ہوا ہے مانی

یوں سینکڑوں کو ماریں وہ ناوک نظر سے
کہئے جو قتل کو تو عذرِ ناتوانی

اے بانیٔ ستم! اب مشق جفا کہاں تک
جاں ہے تو اب چلی خود، دل ہے تو آں جہانی

صورت گر ازل نے کیا نقش تیرا کھینچا
ہیں دیکھ دنگ اس کو بہزاد اور مانی

اک طرفہ ماجرا ہے، رخشآں کا حال کیا ہے
چہرے پہ شادمانی، دل میں غمِ نہانی

وہ صبح کے تارے مٹنے لگے ، لو صبح سعادت ہوتی ہے
انوار جہاں میں پھیلیں گے ، کافور وہ ظلمت ہوتی ہے
کچھ کھیل نہیں ہے دل کی لگی ، یہ ایک ہی آفت ہوتی ہے
ہو جاتا ہے دل کا خون اس میں ، جاں نذرِ محبت ہوتی ہے
بیگانہ وشی ان کی ہے جو خو ، اک روز یہ مٹ ہی جائے گی
دل آئنہ دل کا ہوتا ہے ، الفت ہی سے الفت ہوتی ہے
اُفتادِ محبت کیا کہیئے ، غیروں کی خوشامد کرنی پڑی
مجبوریٔ الفت کیا کہیئے ، دشمن کی بھی منت ہوتی ہے
دل اُن پہ فدا بھی ہوتا ہے بے وجہ خفا بھی ہوتا ہے
ہوتا ہے محبت میں یہی کیا ، کیا ایسی ہی الفت ہوتی ہے
نازک ہے بہت یہ شیشۂ دل، کیا آپ کریں گے لے کے اسے
اک ٹھیس لگی اور ٹوٹ گیا ، یہ اس کی نزاکت ہوتی ہے
اے سستی شہرت کے طالب ! کچھ کارِ نمایاں کر کے دکھا
یہاں کام سے نام بھی ہوتا ہے یہاں کام کی عزت ہوتی ہے
کیا عرض تمنا ان سے کرو ، شکوہ کا بھی موقع کیا رخشاںؔ !
جب سامنے وہ آجاتے ہیں ، گویائی رخصت ہوتی ہے

ایسی نگاہ شوق سے دیکھا نہ کر مجھے
لِللہ یوں تو دے نہ فریب نظر مجھے

دیتے ہیں کس طرح وہ فریب نظر مجھے
سمجھے ہیں سادہ لوح بھی وہ کس قدر مجھے

ہے اس کی راہ شوق کا قصد سفر مجھے
طے کرنی سر کے بل پڑی یہ رہ گزر مجھے

باقی یہی تو دوست کی ہیں کچھ نشانیاں
پھولوں سے بھی عزیز ہیں داغ جگر مجھے

اپنے لئے دلیلِ رہِ کعبہ ہے یہی
کعبہ سے کم نہیں ہے ترا سنگ در مجھے

انساں کی چیرہ دستی سے نقشہ جہان کا
دکھلائی دے رہا ہے برنگ دگر مجھے

وہ خاک ہوں کہ جس کا ہے ہر ذرہ آفتاب
سمجھے عدو نہ خاکِ سر رہ گزر مجھے

اس چشمِ کیف زا کے تصور سے مست ہوں
چھایا ہوا ہے نشّہ سا شام و سحر مجھے

اس دردِ عشق کا کہیں ہوتا بھی ہے علاج
دے زہر ہی بجائے دوا چارہ گر! مجھے

ہر ذرہ میں جمال ہے ہر شے میں حسن ہے
کیا مل گئی ہے دولتِ حسن نظر مجھے

شکوہ عدو کا کیا، گلۂ جور دوست کیا
کم خود ہی کیا ہے یہ دل بیداد گر مجھے

شام و سحر یہی ہیں جو اس کی لگاوٹیں
جینے نہ دے گی ہائے وہ کافر نظر مجھے

شام الم میں صبح مسرت ہوں دیکھتا
رخشاںؔ ! ملی ہے چشم حقیقت نگر مجھے

آجائے گی اک دن سامنے خود منزل کی تمنا کون کرے
کشتی کا خدا جب حافظ ہے ، ساحل کی تمنا کون کرے
ڈوبی ہوئی کشتی اُبھرتی ہے ، بھٹکا ہوا راہ پر آتا ہے
توفیق مساعد ہو اپنی ، منزل کی تمنا کون کرے
ہے اپنا سلامت پائے طلب اور شوق کا سودا سَر میں ہے
اے ہمت دل ! پھر فکر ہی کیا، منزل کی تمنا کون کرے
امیدوں کا خوں ہو جس کے سبب ، جو دشمن جانی ہو اپنا
اس دل کی تمنا کون کرے، قاتل کی تمنا کون کرے
آرزوؤں کی دل ! تیری کچھ حد بھی ہے آخر کوئی
پھر نقش امیدوں کے باطل ، باطل کی تمنا کون کرے
ویرانی جس کا مقدر ہو، جمتی ہو جو برہم ہونے کو
بے رونقی اس کا حاصل ہے ، محفل کی تمنا کون کرے
ظالم ! تری بزم میں جا کے کبھی کچھ چین بھی پایا ہے دل نے
غارت گر دل کافر ! تیری محفل کی تمنا کون کرے
اس کشت وفا سے کس کو ملا ہے رخشاںؔ ! یہاں جز خارِ الم
حاصل ہے یہی جب اس کا تو پھر حاصل کی تمنا کون کرے

کرلیں ہم ترک خوشی ، رنج گوارا کرلیں
غمِ اُلفت سے مگر کیسے کنارا کرلیں

اب تو جاتے ہیں گلی سے تری آخر اے دوست
چلتے چلتے تو ترے رخ کا نظارا کرلیں

حضرت شیخ کو ہیں ترک کے دعوے تو بہت
پہلے وہ اپنی خودی سے تو کنارا کرلیں

تو نہیں ہے تو تری یاد تو ہے دل کی رفیق
زیست کا اپنی اسے کرلیں سہارا کرلیں

اب چمن چھُٹتا ہے ، دیکھیں گے گلو ! تم کو کہاں
آخری بار تو جی بھر کے نظارا کرلیں

چند اشکوں کی بھلا کیا رہ الفت میں بساط
وہ قبول اس کو جو کرلیں ، بہ مدارا کرلیں

تو جب ہے مست خودی ، تجھ کو مبارک رخشاںؔ !
مجھ سے بے ہیچ اسے کیسے گوارا کرلیں

غم دوست ! تیرے کرم کا میں تہہ دل سے شکر گزار ہوں
غم دو جہاں سے نجات دی ، ترے صدقے تجھ پہ نثار ہوں

ہے مقام شکر دل حزیں کہ میں آرزو بہ کنار ہوں
ہوئی پوری دل کی تو آرزو ، کہ شہید خنجر یار ہوں

نہ ہے فکرِ سود و غمِ زیاں ، الم جہاں سے فراغ ہے
ہے بس ایک فکر لگی ہوئی اسی دھن میں لیل ونہار ہوں

اس الم کدہ میں وہ کون ہے جو قتیل تیغ ستم نہیں
ہے ہر ایک دل کی صدا یہی کہ غم و الم سے فگار ہوں

غم آشیاں ، اَلم خزاں ، ستم زمانہ ، جفائے چرخ
یہ بلائیں اور دل حزیں ! بڑی مشکلوں سے دو چار ہوں

کوئی گل نہ آنکھ ملا سکا ، وہ گلِ ہمیشہ بہار ہوں
نہ جسے فلک بھی مٹا سکا ، میں وہ ایک نقش و نگار ہوں

میں دلِ زمانہ پہ بار ہوں، میں فلک کی آنکھ کا خار ہوں
کہ میں تیرے در پہ نثار ہوں ، کہ تری گلی کا غبار ہوں

پے کیف نشہ سے کام کیا ، مجھے حاجت مے و جام کیا
تری چشم مست کا ساقیا ! میں قدیم بادہ گسار ہوں

جوازل سے دشمن عاشقی ، جسے ضد سی نام وفا سے ہے
یہ عجب ہے دل کی بھی سادگی جنوں کا اس کے شکار ہوں

میں نہیں حریف گل چمن ، تو نہیں سہی مجھے کیا ہے غم
کہ شرف مرا یہی کیا ہے کم ، کہ تری گلی کا غبار ہوں

ہوں میں وقف رنج و بلا و غم ، ہوں رہین صد ستم والم
پہ نشاط دل کا یہ فیض ہے ، کہ ہمیشہ باغ و بہار ہوں

مری آنکھوں میں ہے وہی سماں کہ چمن ہے سارا کھلا ہوا
میں خزاں کے دورِ ستم میں بھی اسی طرح محوِ بہار ہوں

مرے دل کا حال تو ہے یہی کہ بنا ہے محشر آرزو
مری تاب ضبط جو دیکھئے ہمہ تن شکیب و قرار ہوں

مجھے اس کا کوئی الم نہیں کہ ہدف ہوں غیر کے جور کا
مرے دل کی بس ہے فغاں یہی کہ ستم رسیدۂ یار ہوں

ستم فلک سے چمن چھٹا وہ کنار گنگ و جمن چھٹا
مرا دیس ، میرا وطن چھٹا میں تو اب غریب دیار ہوں

میں ہوں مست وسرخوش جام دل، مجھے رخشاںؔ مے سے ہے کام کیا
مجھے سیر گل سے غرض نہیں کہ میں آپ باغ و بہار ہوں

صفائے دل ہی جو رخشاںؔ ! نہیں تو کچھ بھی نہیں
دل آئنہ سا جو تاباں نہیں ، تو کچھ بھی نہیں
ہر ایک حال میں خنداں نہیں ، تو کچھ بھی نہیں
رضا جو شیوۂ انساں نہیں ، تو کچھ بھی نہیں
مزا تو زیست کا جب ہے کہ اک لگن ہو لگی
جو دل میں کاوش پنہاں نہیں ، تو کچھ بھی نہیں
یہ شغل جام و سبو ، لطف نغمۂ سیر چمن
وہی جو جان بہاراں نہیں ، تو کچھ بھی نہیں
بہار ہو گل تازہ کی غنچۂ دل میں
یہ روکش گل خنداں نہیں ، تو کچھ بھی نہیں
حریم دل ہے اسی سے حریم دل ، اس میں
اسی کا جلوۂ تاباں نہیں ، تو کچھ بھی نہیں
چمن شگفتہ ہو ، شاداب لالہ و گل ہوں
جو ایک بلبل نالاں نہیں ، تو کچھ بھی نہیں
یہ مانا عیسیٰ دوراں وہ ہوں مگر رخشاںؔ !
وہ میرے درد کا درماں نہیں ، تو کچھ بھی نہیں

الٰہی ! کیا تماشا ہو رہا ہے
تہہ و بالا زمانا ہو رہا ہے

دل اک کافر پہ شیدا ہو رہا ہے
ہدف تیر بلا کا ہو رہا ہے

محبت کار فرما ہو رہی ہے
وہ جانِ جاں اب اپنا ہو رہا ہے

زباں یکسر ہے وقف ذکر عقبیٰ
مگر دل محو دنیا ہو رہا ہے

گنوائی جان میں نے جن کی خاطر
انہیں کو مجھ سے شکوہ ہو رہا ہے

زباں پر کچھ ہے دل میں اور کچھ ہے
چلن دنیا کا یہ کیا ہو رہا ہے

بہار آنے کے ہیں آثار پیدا
جنوں پھر کار فرما ہو رہا ہے

زمانہ سازیاں مجھ کو نہ آئیں
مرا شاکی زمانا ہو رہا ہے

بتانِ آرزو کا دل ہے مسکن
صنم خانہ یہ کعبا ہو رہا ہے

وہاں ہر روز ہیں وعدوں پہ وعدے
یہاں خون تمنا ہو رہا ہے

وہی جو دشمن اہل وفا ہے
غضب ہے دل اسی کا ہو رہا ہے

نیا ہر روز ہے تازہ بہانہ
وفا کیا خوب وعدا ہو رہا ہے

وہ خود ہیں دل میں رخشاںؔ ! جلوہ افگن
مگر ظاہر کا پردا ہو رہا ہے

کھٹک سی کیسی یہ دل کے قریں معلوم ہوتی ہے
تری نوک مژہ ظالم ! یہیں معلوم ہوتی ہے

سناں تیری نظر کی دلنشیں معلوم ہوتی ہے
خلش اک دل میں لذت آفریں معلوم ہوتی ہے

غضب پُر پیچ زلف عنبریں معلوم ہوتی ہے
رہائی کی تو اب صورت نہیں معلوم ہوتی ہے

کرامت تیری آہ آتشیں ! معلوم ہوتی ہے
فلک کی چال خود سربر زمیں معلوم ہوتی ہے

بحالی پر تو کچھ طبع حزیں معلوم ہوتی ہے
تری تاثیر آبِ احمریں! معلوم ہوتی ہے

مزاج دوست برہم ہے جو ہیں اغیار وہ دشمن
یہ دنیا بر سر پرخاش وکیں معلوم ہوتی ہے

خدا معلوم رکھتا ہے کشش کیا سنگ در تیرا
یہاں جذبہ میں جھکتی ہر جبیں معلوم ہوتی ہے

وہی ہے دشمنِ ایمان و جان و دیں، دلِ ناداں!
وہی صورت جو یوں خندہ جبیں معلوم ہوتی ہے

مری شرمِ گنہ نے منزلیں کرلی ہیں طے کتنی
گنہگاری یہ رحمت کے قریں معلوم ہوتی ہے

ردائے ابر میں یہ برق تاباں کی نہیں تابش
تری موج تبسم اے حسیں ! معلوم ہوتی ہے

ستم تیری یہ عیاری ، غضب یہ تیری پرکاری
نگاہ اولیں ، شوق آفریں معلوم ہوتی ہے

ہے پنہاں بھی،عیاں بھی ہے تجلّی تیری برق آسا
کہیں مستور رہتی ہے یہ کہیں معلوم ہوتی ہے

یہ نالے ہیں جو ناکام اثر پتھر کو پگھلائیں
مگر طبعِ پری رو آہنیں معلوم ہوتی ہے

ترا ہے سنگ در کچھ اس طرح وقفِ جبیں سائی
نہیں پتھر کی یہ سِل بس جبیں معلوم ہوتی ہے

یہ مَے تو ہو نہیں سکتی، یہ کیا ہے جام میں حضرت؟
مگر واعظ ! شراب الصالحیں معلوم ہوتی ہے

زباں یوں خشک،لب پر آہ، آنکھیں آب گوں رخشاںؔ
کوئی حسرت ترے دل میں مکیں معلوم ہوتی ہے

جب دل ہی ہو خود دشمن اپنا ، پھر غیر کا شکوہ کون کرے
شکوے کا بھی حاصل کیا آخر منہ اپنا میلا کون کرے
ہو تیرے کرم کی آس جسے ہو جس کا سہارا اک تو ہی
مایوس کرم سے تیرے اسے اے میرے مولا کون کرے
اس غم کدۂ ایام میں جب کچھ چین خوشی کا نام نہیں
ہو دل کو خوشی کی خواہش کیا ، راحت کی تمنا کون کرے
جتنی ہے خوشی جیسی ہے خوشی ، یہ دل کی خوشی کو کافی ہے
کیوں حرص بناؤں شعار اپنا ، اب اور تمنا کون کرے
خود رو کشِ گلشن سینہ ہے، ہیں داغ بھرے دل میں اپنے
گلگشت چمن کی حاجت کیا ، سیر گل ولالہ کون کرے
وحشت کی ضرورت کیا آخر، ہوں دشتِ جنوں کے چکّر کیوں
جب دل میں ہو اپنے خاک اُڑتی، پھر قصدِ صحرا کون کرے
جب اس پہ نہیں قدرت ہی اپنی جب اس میں مزا باقی ہی نہیں
مرنے کا تقاضا کون کرے ، جینے کی تمنا کون کرے
مانا کہ ہے موسم پینے کا ساقی بھی عنایت آمادہ
مجبور کو پینا فرض ہی کیا، شغل مے و مینا کون کرے
ہاں دل تو ہے میرا ہی جس کو وہ لے کے چلے عیاری سے
اک دل کے لئے ان سے رخشاںؔ! بے فائدہ جھگڑا کون کرے

خود جلوہ گہ وادیٔ سینا مرا دل ہے
وہ اس کے مکیں ہیں ، تو یہ کعبا مرا دل ہے

ہے آن میں خوش ، آن میں رنجیدہ مرا دل ہے
احساس کی جذبات کی دنیا ، مرا دل ہے

مدت ہوئی دیکھا تھا رخ یار کا جلوہ
اس کیف کو اب تک نہیں بھولا مرا دل ہے

آنکھوں کو ہے دیدارِ رُخ یار کی حسرت
اک جلوۂ پر کیف کا جویا مرا دل ہے

زاہد ! تری یہ تنگ دلی تجھ کو مبارک
اس سے تو کہیں پھر بھی یہ اچھا مرا دل ہے

بے سود ہے اغیار سے امید ہی رکھنی
دیدیجئے دل غیر کا، وہ کیا مرا دل ہے

بے چین ہے بیتاب ۔ سکوں اس کو نہیں ہے
بجلی ہے کہ شعلہ ہے کہ پارا مرا دل ہے

بے جام و سبو مستِ مے کیف ہوں رخشاںؔ!
کیا حاجت مے، ساغر و مینا مرا دل ہے

بھولتی ہی نہیں اس رشک قمر کی صورت ہمہ دم آنکھوں میں پھرتی ہے نظر کی صورت
دل میں منقوش ہے اس رشک قمر کی صورت نہیں پروا ، وہ چھپے لاکھ خضر کی صورت
ہوکے مہمان جو وہ رونق کاشانہ ہیں شام پُرکیف ہے دلکش ہے سحر کی صورت
خلش خار کی لذت اور وہ پہنائی دشت تیرے مجنوں کوتو بھاتی نہیں گھر کی صورت
برگ وسبزہ کھلے جاتے ہیں چمن پر ہے بہار صحن گلشن میں جو ہے وہ گل تر کی صورت
کتنے پُر مایہ ہیں آج اپنے بھی جیب ودامن اشک آنکھوں سے گرے ہیں جو گہر کی صورت
رشک خورشید و قمر جلوہ نما ہوتا ہے زرد خورشید ہے کاہیدہ قمر کی صورت
جو ہنر تھا وہ ہوا عیب عجب دور ہے یہ عیب کی کرتے ہیں تشہیر ہنر کی صورت
ایک وہ ہیں جنہیں غربت میں وطن کا ہے لطف ایک ہم میں کہ ہیں خود گھر میں سفر کی صورت
عیب کی طرح چھپاتے ہیں ہنر ہم اپنا ہوئی مطعون زمانہ یہ ہنر کی صورت

دل شوریدہ سے اللہ بچائے رخشاںؔ !
اس کی وحشت سے نہیں کوئی مفر کی صورت

پروا تری کچھ گردش ایام نہیں ہے | کیا جام میں میرے مئے گلفام نہیں ہے
وہ کون ہے جو موردِ آلام نہیں ہے | اس دور میں راحت کا کہیں نام نہیں ہے
فرہاد کو سر پھوڑ کے مرنے پہ ہے غرّہ | جاں دینی تو الفت میں بڑا کام نہیں ہے
اُن مست نگاہوں کے تصور سے ہوں مدہوش | کچھ فکر نہیں مجھ کو اگر جام نہیں ہے
ساقی نگہ مست ہی پیمانے کے بدلے | ہوں کیف کا جویا، ہوسِ جام نہیں ہے
دل بستۂ گیسو ہے تو جاں نذرِ ادا ہے | صد شکر کہ اب مجھ پہ کچھ الزام نہیں ہے
حلقہ میں سیہ زلف کے وہ روئے درخشاں! | ایسی تو کوئی صبح نما شام نہیں ہے
دیکھا تو بھرے اس میں ہیں بت آرزوؤں کے | دھوکا تھا کہ دل مائل اصنام نہیں ہے

ساقی سے ملا بادۂ صافی کا وہ ساغر
رخشاںؔ ! گلۂ دُردِ تہہِ جام نہیں ہے

جیسے انساں شیفتہ ہو باغ رضواں دیکھ کر دل ہوا مائل فروغ بزم امکاں دیکھ کر
آئنہ ششدر، جمال روئے جاناں دیکھ کر محوِ آئنہ وہ اپنا روئے تاباں دیکھ کر
گل کو تاراج خزاں گلشن کو ویراں دیکھ کر ہے دل درد آشنا یہ رنگ حیراں دیکھ کر
دل شگفتہ ہوگیا وہ روئے خنداں دیکھ کر جیسے غنچہ کھل اٹھے صبح بہاراں دیکھ کر
دل کی الجھن بڑھ گئی گیسوئے پیچاں دیکھ کر ابتلا میں پڑ گئے وہ چشمِ فتّاں دیکھ کر
ہو اگر کافر تو ہوجائے مسلماں دیکھ کر صنعتِ خالق جمالِ شعلہ رویاں دیکھ کر
تھا جو معمور تمنا اب ہے مایوسی کا گھر دل نہ کیوں خوں روئے اس بستی کو ویراں دیکھ کر
باہمہ بے چارگی و عجز اللہ رے غرور کیا ہنسی آتی ہے کبرو نازِ انساں دیکھ کر
مہربانی ہے تری یہ سب جو ہے اپنا یہ حال اب تاسف کیوں مرا حالِ پریشاں دیکھ کر
دل میں کیا کیا تھا ہم کیا کیا کریں گے عرض شوق لگ گئی چپ، ہوگئے ہم اس کو حیراں دیکھ کر
غم کی تاریکی گئی دیکھا جو حسن دل فروز مٹ گئیں سب کلفتیں وہ روئے تاباں دیکھ کر
خود وہ کیا ہوگا بنائے جس نے ایسے خوبرو! محو حیرت ہوں جمال شعلہ رویاں دیکھ کر
راہ شوق دوست کے تحفے ہیں چھالے پاؤں میں ٹوٹنے پائیں نہ، ہاں خار مغیلاں دیکھ کر
خون دل سینچا ہے برسوں تب یہ نکھرا ہے چمن ہائے اے بادِ حوادث! تھم ذرا ہاں دیکھ کر
دولتِ جمعیت خاطر سے دل ہے بہرہ ور صبح عشرت دیکھ کر، شام غریباں دیکھ کر
کانٹے پھولوں میں تلیں! اس غم سے گل ہے سینہ خاک روئی عبرت خاک میں گوہر کو غلطاں دیکھ کر

ایک گلشن اور چشمک برق کی طوفاں کا زور
دل دھڑکتا ہے میرا یہ رنگ رخشاںؔ ! دیکھ کر

دعائے شب میں نہ اورادِ صبح گاہ میں ہے
کشودِ راہ تو بس درد و اشک و آہ میں ہے

عجب تضاد کا عالم تری نگاہ میں ہے
دلِ غریب پڑا ایک اشتباہ میں ہے

طریقِ عشق کا یہ پیچ و خم معاذ اللہ !
کہ خطرہ لغزشوں کا گام گام راہ میں ہے

تری گلی کے گداؤں کی شان ! کیا کہنا
کہاں وہ بات کسی شاہ کج کلاہ میں ہے

نیاز و ناز کی کیفیتوں کا راز نہاں
مری نگاہ میں ہے یا تری نگاہ میں ہے

کسی کی آنکھ جو بدلی تو بات ہی نہ رہی
مزا نہ شام میں نے لطف اب پگاہ میں ہے

جو کیفیت کہ تحیر بھرے سکوت میں ہے
نہ آہ آہ میں ہے اور نہ واہ واہ میں ہے

مٹائی تھی جو کشش، ایک چشمِ پرفن نے
وہ بات مدرسہ میں اب، نہ خانقاہ میں ہے

الٰہی مٹ کے بھی کیوں اس میں ہے وہی رونق
کسی کی یاد ابھی تک دلِ تباہ میں ہے

تمام ہے ہوسِ اقتدار و خواہشِ جاہ
کمال ایک یہی شیخ دیں پناہ میں ہے

کسی کی آس ترے صرفۂ نگاہ میں ہے
کھڑا ہوا کوئی مدت سے جلوہ گاہ میں ہے

ہے رخشاںؔ ! دل میں مرے امتزاجِ ظلمت و نور
کہ ایک شمعِ امید اس دلِ سیاہ میں ہے

اے خوشا ذوق کہ اس لب پہ ترا نام آیا جذبۂ شوق ! میں قرباں تو بڑے کام آیا

اپنے میکش سے وہ کیا پیش بہ اکرام آیا اپنے ہاتھوں میں لئے پیر مغاں جام آیا

بیخودی میں جولبوں پر مرے وہ نام آیا دیکھتا کیا ہوں کہ جیسے وہ گل اندام آیا

کیا غضب ہے کہ اسیر طمع خام آیا دل دانا ! ہے ستم تو بھی تہہ دام آیا

راہبر راہ محبت میں ہوا دل اپنا اس کٹھن راہ میں آیا تو یہی کام آیا

سانس لینے میں بھی مجبور ہیں مضطر ہیں ہم جانے کیوں ہم پہ یہ مختاری کا الزام آیا

ہم نے کس روز کیا یاد نہ تجھ کو ظالم بھول کر بھی نہ ترے لب پہ مرا نام آیا

تم نے دلداری کبھی کی بھی شکستہ دل کی کہ یہی مشغلۂ خنجر و صمصام آیا

کرکے پامال اسیران محبت کی امید اب تو کچھ چین تجھے گردش ایام آیا

جب کھلی آنکھ کہ کھلنے کا نہیں کچھ حاصل خام کاری سے نہ پہلے سر انجام آیا

کی نہ آغاز ہی میں فکر مآل ، اے رخشاںؔ ہائے آیا بھی تو کیا اب مرا انجام آیا

پی بھی لے، توبہ بھی ہو جائے گی پھر اے رخشاںؔ!

دیکھ خود جام لئے ساقیٔ گلفام آیا!

شاخِ گل پر تھا کبھی ہائے نشیمن اپنا　　باغباں اپنا تھا ، گُل اپنے تھے گلشن اپنا

غیر کا شکوہ ہو کیوں ، کیا کروں دشمن کا گلہ　　دل کہ تھا دوست، وہی بن گیا دشمن اپنا

اس نے اک بندۂ بے دام بنا ڈالا ہے　　اب دل اپنا ہے، نہ جاں اپنی ، نہ ہے تن اپنا

اب بناؤں تو کسے اپنا بناؤں رہبر　　رہنما تھا جو مرا اب وہ ہے رہزن اپنا

خون کی چھینٹوں سے گل رنگ ہوا ہے یکسر　　دھولے قاتل تو ذرا، دیکھ تو دامن اپنا

کون دل ہے کہ نہ ہو جائے گا مفتون و اسیر　　جب جگانے لگے جادو بت پُرفن اپنا

ہر نفس آتش سوزاں سے جگر پھنکتا ہے　　تپش دل سے ہوا سینہ ہی گلخن اپنا

گل گراں گوش ہے صیاد بھی خودگھات میں ہے　　بلبل ! اب بند بھی کر نالہ وشیون اپنا

تیرے قربان ، ہو رخشاںؔ! یہ بھی اک چشم کرم !

تو ہی ملجا، تو ہی ماویٰ، تو ہی مامن اپنا !!

اس دل کو رہا ربط سدا طول امل سے ۔۔۔ بے فکر رہے زیست سے بے خوف اجل ہے
ہمت ہے تو انکار کرو بانگ دہل سے ۔۔۔ کیوں اپنا بھرم کھوتے ہو یوں لیت ولعل سے
دن زیست کے کاٹے ہیں بڑے رنج وتعب میں ۔۔۔ راحت کی تو امید ہے اب خواب اجل سے
تھا دل مرا اور مسکن امید و تمنا ۔۔۔ فرصت ہی ملی مجھ کو نہ کچھ طول امل سے
ہر لحظہ ہوں اک عالم نو کا متلاشی ۔۔۔ بے تاب ہے فطرت ہی مری روز ازل سے
اس سیل بلا خیز میں امید رکھوں کیا ۔۔۔ اس ریت کی دیوار سے کنکر کے محل سے
یہ دورِ زمانہ کی بھی تاثیر غضب ہے ۔۔۔ اطوار گئے سب کے جو اس طرح بدل سے
افکار و خیالات سے کچھ ہوگا نہ حاصل ۔۔۔ اے قوم ہے خالی ترا دل روح عمل سے
بیچارگئ غم کا ہو کیا اس کے مداوا ۔۔۔ بیزار جو ہو زیست سے ، مایوس اجل سے

اس چشم سیہ مست کی تشبیہ تو رخشاںؔ !
ہے ''بادۂ خیام'' سے ، حافظ کی غزل سے

اس کا وجود ہی کہاں، صرف ''وفا'' کا نام ہے — اس کی تلاش ہی یہاں، ایک خیال خام ہے

دل کی زبان پہ ہر گھڑی ایک ترا ہی نام ہے — بس یہی شغل رہ گیا، بس یہی ایک کام ہے

خاک نشیں عوام ہیں، خواجہ بلند بام ہے — اس سے نہ اس کو واسطہ، اس کو نہ اس سے کام ہے

ایک نگاہ مست کا سب یہ سرور و کیف ہے — واسطہ مے سے کیا مرا شیخ! یہ اتہام ہے

ڈھنگ یہی جہاں کے ہیں، ہوتا یہی ہے ہم نفس — کوئی ہے محو ناؤ نوش، کوئی تو تشنہ کام ہے

شوق نظارہ ہے کہاں، ذوق کلیم کیا ہوا — آج بھی جلوہ ہے وہی، دعوت دید عام ہے

سالک راہ بھی یہی، رہبر و رہنما یہی — راہِ طلب میں دل ہی خود خضر خجستہ گام ہے

ہجر کی رات تیرہ تر، زلف سیاہ تاب سے — ظلمت رنج و غم سے خود صبح مثالِ شام ہے

چشم بد زمانہ سے امن رہے خدا کرے — رندوں کی بزم ہے جمی، جشن ہے، دور جام ہے

ہوتی ہے دل کو دل سے راہ، حاجت نامہ بر نہیں

رخشاںؔ! یہ ہے پیام دل اور کسی کے نام ہے

نظر محدود، ناقص علم، قاصر ہے زباں میری
ثنا میں تیری عاجز قوت نطق و بیاں میری

خیال کثرت عصیاں سے گونگی ہے زباں میری
حضوری میں پشیمانی! تو بن جا ترجماں میری

کرے چارہ گری کیا خاک، میرا رازداں، میری
کہ دشمن بن گئی ہے خود یہ چشم خوں فشاں میری

رہی حاجت ہی کیا اس کی کہ گویا ہو زباں میری
زبان بے زبانی بن گئی ہے ترجماں میری

شکایت غیر سے، تیری ہے یا طرز بیاں میری؟
سمجھ تو یہ خطا تیری ہے، یا اے بدگماں میری!

حدیث شوق پنہاں، جس کا محرم دل کو ہونا تھا
پڑی غیروں میں کہنی، ہائے یہ مجبوریاں میری

مروت پر مری مت بھول، وہ بھی وقت آتا ہے
کہ ہوگا عرصہ محشر، ترا شکوہ زباں میری

ترے ادراک تک یارب! کوئی بندہ بھی پہنچا ہے
کہ ہے خود اعتراف عجز، معراج بیاں میری

مری تر دامنی کی، کوئی حد اللہ اکبر ہے
مدد فرمایئے پشت و پناہ عاصیاں! میری

گھڑی ہے توڑ پر میرے کہانی اپنی یاروں نے
بتائے گا مورخ تم کو کیا ہے داستاں میری

الجھنا موج و طوفاں سے، گزرنا خارزاروں سے
کبھی تھیں بحر و بر میں ہر طرف سرگرمیاں میری

جفا ثابت بھی ہو تیری، تو میں کچھ کہہ نہیں سکتا
خطا میری ہو ثابت تو اُڑا دے دھجیاں میری

اسی سے باغباں کو کد، اسی سے برق کو ضد ہے
کھٹکتی ہے نگاہوں میں یہ شاخ آشیاں میری

نہ ہوں میں بدزباں واعظ! نہ میں گستاخ ہوں ناصح!
ہیں از راہِ ظرافت آپ سے یہ شوخیاں میری

مرا سرمایۂ نازش مرا قلب تپاں رخشاںؔ!
مرا گنج گراں مایہ یہ چشم خوں فشاں میری

شکوۂ جور فلک سے بھی ہے وہ کچھ سرگراں
ہم وفا بندوں پہ بھی اک اِتہام آ ہی گیا

وعدۂ پیماں شکن کا ، اور اتنا ، اعتبار
تو دل دانا غضب ہے زیرِ دام آ ہی گیا

اس تغافل آشنا کو بھیج کر اک خطِّ شوق
ہم ہیں خوش کچھ اس طرح جیسے پیام آ ہی گیا

مجمع یاراں ہے اب کیسا تکلف ، کیا حجاب
پیجیے بھی قبلہ حاجات! جام آ ہی گیا

بھیجنا قاصد کو رخشاںؔ ! لکھنا خطِّ آرزو
ایسی ترکیبوں سے اس کا تو پیام آ ہی گیا

جلوۂ مستانۂ جاناں سے دل مدہوش ہے سرخوش جام مسرت ہے ، سراپا جوش ہے
آتش ہجراں کا دل میں گو وفورو جوش ہے اعتبار افزائے ضبط دل لبِ خاموش ہے
ہرچہ بادا باد ساقی ! شغل مے ہو بے حجاب آ گیا ابر بہاری ، وقت نوشا نوش ہے
اللہ اللہ کیا بہار افزا ہے فکر روئے دوست دل خیال چہرۂ گلفام سے گل پوش ہے
المدد اے جذب دل، اے ہمت دل! المدد سامنا ہے ایک کافر کا جو غفلت کوش ہے
جام بادہ سے بھرا، بادہ نصیب دشمناں ! قسمت شیدا ! کہ زہر غم کا جُرعہ نوش ہے
مجھ کو کیا حاجت رہی مے کی، مجھے کیا فکر جام دل مرا ساغر، بھری جس میں مے سرجوش ہے
زخمۂ تارِ رگ جاں تیرا مذکورِ جمیل سن کے تیرا نام، دل میں کیا فغاں کا جوش ہے
حال سے غافل سراسر فکر فردا کچھ نہیں دل ابھی تک محو رنگینئ خواب دوش ہے
ہے تحیر آفریں عالم جمال یار کا آنکھ وقف دید، دل ہے محو، لب خاموش ہے

جرم بے انداز اس کے تیری رحمت بے شمار !
اس کو اب پرواہی کیا ، رخشاںؔ جو عصیاں کوش ہے

اُن سے امید مہربانی کی	جن کو ہے فکر جانستانی کی !!
عشوۂ و ناز کا جو ہے انداز	سب ہے ترکیب دلستانی کی
خود قیامت ہے اس کا نشۂ مے	اس پہ مدہوشیاں جوانی کی
ہے فریب نظر کہ ایک سراب	ہے حقیقت یہ دہر فانی کی
شکوہ کیا میری سخت جانی کا	قدر کر اپنی ناتوانی کی
قطرۂ اشک نے لگائی ہے آگ	قہر ہے ایک بوند پانی کی
سانس لینا بھی بار ہے دل پر	حد یہ ہے اپنی ناتوانی کی
آپ کو جانتے ہیں ہم حضرت !	اتنی لیجے نہ لن ترانی کی
کہیئے تو مجھ سے کیا ہوئی تقصیر	وجہ کیا اتنی سر گرانی کی
تختہ مشق جفا ہے اک عالم	دھوم ہے اس جفا کے بانی کی
جام کا لطف کچھ شباب میں ہے	مے کشی ہے تو نوجوانی کی
وہ جو آیا زبان ہی نہ کھلی	نہ چلی طاقت لسانی کی
اب نمودار بھی ہو سحر امید !	مہر ! حاجت ہے ضو فشانی کی
چشم حسرت نے موبمو، مِن وعَن	حالت دل کی ترجمانی کی

اب بھی شک ہے وفائے رخشاںؔ میں!
جان لے کر یہ قدر دانی کی

دل محبت سے ہو خالی ، یہ بھلا بھی تو نہیں
سر میں سودا جو ہو اُلفت کا بُرا بھی تو نہیں

تیرے بیمار کی قسمت میں شفا بھی تو نہیں
مرض عشق کی ، سنتے ہیں دوا بھی تو نہیں

دل کے حالات بدلتے ہی رہا کرتے ہیں
تم پہ مائل ہے تو یہ کوئی خطا بھی تو نہیں

ستم و جور تو ہے طینتِ خوبان جہاں
پھر یہ بیدار حقیقت میں جفا بھی تو نہیں

غنچۂ دل سے بھلا گل کو کوئی نسبت ہے
بوئے الفت بھی نہیں، رنگ وفا بھی تو نہیں

کعبہ سے ربط نہیں، بت کی طرف دل ہے جھکا
مرغ دل ! تو صفت قبلہ نما بھی تو نہیں

سبحہ گردانی تو خلوت میں ہے اچھی زاہد !
کہ یہاں شائبۂ مکر و ریا بھی تو نہیں

ستم گردش گردوں کی حقیقت کیا ہے
اس ستم گار کی سی اس کی جفا بھی تو نہیں

جادہ پیمائے بقا ! تجھ کو فنا کی کیا فکر
خالی از بیم فنا ، راہِ بقا بھی تو نہیں

دام ہم رنگ زمیں کتنے بچھے تھے رخشاںؔ !
طائر دل تھا وہ زیرک کہ پھنسا بھی تو نہیں

جلوہ ہی دکھانا اسے منظور نہیں ہے
وہ شمع فروزاں جو سر طور نہیں ہے

قابو میں ذرا بھی دل مجبور نہیں ہے
کیوں آج مرا حال بدستور نہیں ہے

کچھ اور علاج دل رنجور نہیں ہے
درماں ہے وہی میرا جو مقدور نہیں ہے

آنکھیں ہوں تو ہر ذرّہ میں آجائے نظر تو
جلوہ تو عیاں ہے ترا ، مستور نہیں ہے

بیجا تو نہیں اس دل افگار کی پرسش
معذور نہیں ہے کہ یہ مجبور نہیں ہے

اس زلف سیہ تاب کا دیکھا ہے جو عالم
وہ بات تو تجھ میں شب دیجور نہیں ہے

ہم رندوں پہ یوں طعنہ زنی ناصح مشفق
حضرت کا بھی کچھ حال تو مستور نہیں ہے

رخشاںؔ ہے گنہگار بڑا، پھر بھی الٰہی
مغفور کرم سے ہو تو کچھ دور نہیں ہے

کہاں سے چل کے ، کہاں جا پڑے یہ فرزانے
یہ حال دیکھ کے اب ہنس رہے ہیں دیوانے
لگی ہے اُڑنے وہاں خاک اب خدا کی پناہ
کئے تھے شوق نے آباد کل جو ویرانے
جو ہوسکی کبھی پوری نہ غیر کے ہاتھوں
سر اُس مہم کو لیا کر خود اب احبا نے
اُداسی بزم میں ہے ، بیدلی ہے رندوں میں
کہاں وہ شمع کے اب اردگرد پروانے
ہوئے مریض سے تیماردار بے پروا
دیا ہے زہر بجائے دوا مسیحا نے
فسانے کو تو حقیقت بنایا غیروں نے
حقیقتوں کو بنانے لگے ہم افسانے
فروغ گل نے تو دی دعوت نظارہ مگر
کیا ہے خستہ و معذور خار صحرا نے
ہے اپنی رونق کاشانہ غیر کے دم سے
ہوئی وہ اپنوں سے دوری ، بنے وہ بیگانے
بدل گئی ہے جو رخشاںؔ ! نگاہ ساقی کی
سرور بخش ہوں کیا خاک اب یہ پیمانے

جاں بخش سی نکہت جو یہ پھیلی ہے فضا میں
وہ زلف معنبر ہے مگر دست صبا میں

بیمار محبت کی ہو اب خیر الٰہی !
سنتے ہیں کہ مصروف مسیحا ہے دعا میں

صدقے میں ترے قدموں کے تھی ساری یہ رونق
اب صبح سہانی ہے نہ پُر کیف ہیں شامیں

کانٹے جو ملیں راہ میں ، پھول ان کو سمجھ تو
رکھا ہے قدم تو نے جو دل راہ وفا میں

جو ہے وہ اسے دیکھ کے ہے محو نظارہ
کیا حسن ہے اس شوخ کے نقش کف پا میں

بالیدگیٔ روح کے اسباب کہاں اب
اس برق و بخارات کی مسموم فضا میں

بے مانگے ہی جب ملتی ہے کونین کی دولت
ان کو ہی نہ کیوں مانگ لوں اک روز دعا میں

اے چارہ گرو! زحمت و تکلیف کہاں تک
اس درد کا درماں تو ہے اب دست قضا میں

عشاق صفت گل ہیں چمن میں جگر افگار
فریاد کا آہنگ ہے بلبل کی صدا میں

بے مانگے ہی ملتا ہے یہاں، ہے وہ کریمی
مانگے تو بھرا کیا نہ ہو دامان گدا میں

ملبوس حریری میں ہے ہر پیکر نااہل
جو اہل میں ، ہیں کہنہ و پارینہ ردا میں

عشاق جگر سوختہ سے اس کو ہے نفرت
وہ سادگیٔ دل سے ہے خوش اہل ہوا میں

ہیں زیست کی بنیاد بھی رخشاںؔ مرے انفاس
اور کھینچے لیے جاتے بھی ہیں راہِ فنا میں

نہیں اس کی مجھ کو پروا کہ خلاف ہے زمانہ | ترا آستاں سلامت ، ہے تو اپنا اک ٹھکانہ
ہے خزاں کا دور دورہ ، ہوا عہد گل فسانہ | جو ذرا سی آنکھ جھپکی تو بدل گیا زمانہ
جو ہو دل میں کیفیت خود تو بہار دائمی ہے | مرے لب پہ ہے خزاں میں بھی بہار کا ترانہ
تری آنکھ کی تھی گردش کہ یہ گردش فلک تھی | جو نگاہ تیری بدلی تو بدل گیا زمانہ
تری چشم سحر فن کا یہ عجیب ہے کرشمہ | کہ فدا ہے ساری خلقت، ہے نثار اک زمانہ
کبھی کم نگاہیاں ہیں کبھی التفات پیہم | ہے طریق دلربائی میں وہ جان جاں لگانہ
مئے تند و تیز ساقی نے پلائی ہے کچھ ایسی | کہ ہنوز خود ہے باقی اثر مئے شبانہ
انہیں اس کی کیا ہو پروا کہ جو بے دلوں پہ گزری | انہیں دل کی تھی طلب بس، ہوئے لے کے دل روانہ
یہ ہے نذر آہ سوزاں، اسے بجلیوں نے پھونکا | یہ ہے بے کسی کا عالم ، نہ قفس نہ آشیانہ
نہ خدا کرے مرے سر کسی اور کا ہو احساں | ہو جبین شوق میری ، ترا سنگ آستانہ
یہ ہے دشمنی کا پردہ، جو روش ہے دوستوں کی | یہ فریب دوستی ہے ! یہ دورنگیٔ زمانہ !!
جو فضا کی وسعتوں میں ہوا ہے یہ شوق پرواز | تو فضائے چرخ مسکن نہ قفس نہ آشیانہ
دل کائنات کی ہے یہ تپش تو عشق سے ہے | حد عشق بے نہایت ، یم عشق بے کرانہ
تری خوئے بے نیازی، یہ تری کم التفاتی | ترا عشق سہ گیا سب یہ ادائے والہانہ
غم عشق نے کیا ہے، غم دو جہاں سے فارغ | ہوا کتنا راحت افزا غم عشق جاودانہ
جو تھا خون دل میں اپنے وہ بہا سرشک بن کر | ہوا صَرف قطرہ قطرہ ، دُرِ اشک دانہ دانہ
دل و دیں کہ جان و تن ہوں، ہوں حضور یار ہدیہ | ہے جہانِ عشق و الفت کی یہ رسم جاودانہ

جو فسردہ دل ہو رخشاںؔ! تو بہار بھی خزاں ہے
بہ نشاط دل خزاں بھی ہے بہار کا زمانہ

جو ہے چتونوں میں شوخی ، تو ادا ادا قیامت
جو نگاہ میں ہے جادو تو ہے ایک فتنہ ، قامت
مری ناصیہ کا مقصد ، ترے در کی جبہ سائی
مجھے کیا غرض کہیں سے ، ترا آستاں سلامت
کبھی تو نے چشمِ جاناں ! نہ کوئی حوصلہ فزائی
رہا لب پہ تیرے ہر دم وہی خندۂ ملامت
فقط ایک کوئے جاناں وہی مامن اور ملجا
وہی میرا دشت غربت ، وہی منزل اقامت
سرِاین و آں نہیں ہے ، غمِ دوجہاں نہیں ہے
یہ ہے جام مئے کا صدقہ ، یہ ہے بادہ کی کرامت
غمِ جاناں اس سے افزوں، غمِ دوراں اس سے زائل
یہ ہے جام بادہ کی بھی تو عجیب ہی کرامت
یہ کھلا کہ خود اِنَابَتُ کا خیال واہمہ تھا
وہی کیفیت ہے دل کی پس توبہ و ندامت
جو ہے اضطرار پیہم ، یہ نمود زندگی ہے
یہ سکوں نہیں ہے رخشاںؔ ! یہ ہے موت کی علامت

تری تیغ کا جو فگار ہے ، تیرے تیر کا جو شکار ہے
وہ تو تاجدار شکوہ ہے ، وہ تو آسمان وقار ہے

الم اس کا مجھ کو نہیں ذرا کہ فگار جان نزار ہے
ترا جور دل کی مراد ہے ، مری جاں سپاس گزار ہے

میں ہوں صاف دل،تو ہے کینہ خو، بھرا تیرے دل میں غبار ہے
کہ مدام جانِ نزار تیرے گمان بد کا شکار ہے

تری زلف شام الم مری ، ترا رخ جو صبح بہار ہے
تری ان دو رنگیوں کا مرا یہ دل غریب شکار ہے

کرے شکوہ جو فلک کا کیوں وہ کسی شمار میں بھی تو ہو
وہ جفائے چرخ کو سمجھے کیا جو شہید جور نگار ہے

وہ فروغ مہر و ضیائے مہ کو دے اپنے دل میں جگہ بھی کیا
جو شہید حسن نگار ہے جو قتیل جلوۂ یار ہے

ہوا زور جوش جنوں کا یہ کہ ہوا ہے دھجیاں پیر ہن
ہو خزاں میں دیکھیں کہ حال کیا جو بہار ایسی بہار ہے

ترا التفات جو تھا کبھی تو برآئی ساری مراد دل
تری بے رخی ہے جو اب تو دل نہیں حسرتوں کا مزار ہے

ہے فضا چمن کی فسردہ سی وہ چمن کا رنگ ہی اب نہیں
نہ گلوں کی اب وہ بہار ہے نہ ترانہ سنج ہزار ہے

ہے رخ صبیح کہ یاسمن ترے لب کہ برگ گلاب ہیں
تری زلف میں ہیں وہ نکہتیں کہ یہ جیسے مُشک تتار ہے

مری آرزو کی ہے بود یہ کہ وہ دل میں دب ہی کے رہ گئی
مری حسرتوں کی کا عروج یہ کہ وہ دل کے پہلو کا خار ہے

اسے رخشاںؔ ! تو نہ سمجھ بقا ہے جہاں تماشہ گہِ فنا
کہ جو نقش اُبھرا ہوا سا ہے وہ فنا کا آئنہ دار ہے

انکار بجا ناصح عاقل تو نہیں ہے
مے ہی تو ہے کچھ زہر ہلاہل تو نہیں ہے

مرجانا گلا گھونٹ کے مشکل تو نہیں ہے
ہمدم ! یہ مگر مرضی قاتل تو نہیں ہے

کچھ وجہ کشش ہستیٔ باطل تو نہیں ہے
منزل ہے مگر آخری منزل تو نہیں ہے

مرعوب ہو کیوں دیکھ کے آئینہ میں صورت
آئینہ ہے وہ مدّ مقابل تو نہیں ہے

ہوتا ہے تو ہو نالہ کناں پر دل مضطر !
فریاد و فغاں کا کوئی حاصل تو نہیں ہے

بد نامی کی ہو کیا بت عیار کو پروا
آلودۂ خوں دامنِ قاتل تو نہیں ہے

احساس سے عاری ہے نہ جذبات سے خالی
دل ہی تو ہے، پتھر کی کوئی سل تو نہیں ہے

چہرے کا یہ کیوں رنگ بدلنے سا لگا ہے
فریاد ہے ، گلبانگ عنادل تو نہیں ہے

تاثیر نہ ہو نالہ میں فریاد ہو بے سود
چپ کیا رہوں کچھ شکوۂ باطل تو نہیں ہے

دنیا میں حسیں ہیں تو بہت ، پرشہ خوباں !
دل تیرے سوا اوروں پہ مایل تو نہیں ہے

کیوں تیری رگ جاں سے قریں جس کی طلب ہے
کچھ تجھ سے بہت دور وہ اے دل تو نہیں ہے

کیوں اتنا مصر دل کے دکھانے پہ ہے واعظ
ہے اہل خرد تو کوئی جاہل تو نہیں ہے

ارباب ہوس جمع ہوئے ہیں ترے نزدیک
اغیار کا جمگھٹ ہے یہ محفل تو نہیں ہے

پامال ستم شوق سے کر تو مجھے ظالم !
دل میرا ترے جور سے بد دل تو نہیں ہے

رخشاںؔ ! نہیں دل جلوہ گہ جان تمنا
محمل ہے مگر شاہد محمل تو نہیں ہے

گو خموشی پردہ دارِ راز ہے
رنگ سرخ اور چشم نم غماز ہے

ان کو سفّاکی پہ اپنی ناز ہے
دل بھی اپنا ایک ہی جاں باز ہے

دشمن جاں وہ بُتِ طنّاز ہے
جس کو سفاکی پہ اپنی ناز ہے

اللہ اللہ وہ جمال دلفروز
دیکھنا کیا دل ربا انداز ہے

زندہ کر ڈالا لب جاں بخش سے
ہے تکلم یا کوئی اعجاز ہے

دل اسیر حلقہ گیسوئے یار
جاں شہید غمزۂ غماز ہے

ہے غضب رخسارِ جاناں کی بہار
ہائے کیا فتنہ نگاہِ ناز ہے

ہے سکوتِ مدعا ہی ، مدعا
خامشی ہی اب مری آواز ہے

دل سے جب نکلی تو پہنچی عرش پر
آہ! تیری بھی غضب پرواز ہے

ہے عیاں جو، خود ہے اک سرِّ نہاں
ہے جو افشا بھی، وہ خود اک راز ہے

جیسے جیسے یاں بڑھا عجز و نیاز
ویسے ویسے واں عروج ناز ہے

دلستانی ، دلربائی ، دلبری
اس بت کافر کا خاص انداز ہے

دیکھ کر نظم جہاں حیراں ہے کیوں
قابل ادراک کب یہ راز ہے

نقش اُبھرا ہی تھا مٹنے کے لئے
ہے وہی انجام جو آغاز ہے

یہ کرم ہے ہمدم دلسوز کا
اب جو افشا اپنا ہر ہر راز ہے

محرمِ سرِّ نہاں خاموش ہے
گلفشاں نا آشنائے راز ہے

دل سے نکلے، لب تک آ کر رہ گئے
اب تو نالوں کی یہی پرواز ہے

در پئے ایذا رسانی دوست ہے
بہر افشا وقت خود ہم راز ہے

ٹوٹ کر رخشاںؔ ! ہے دل نالہ کناں
ساز گاری خود شکست ساز ہے

دل سادہ ہو نہ نازاں رہ عاشقی پہ چل کے
اسی راہ پر ہزاروں ہوئے چل کے نذرِ اجل کے

کوئی کام بھی نہ نکلا کیا ضبط کو بھی رسوا
کبھی آہ نے نکل کے کبھی آنسوؤں نے ڈھل کے

یہ مصافِ زندگی ہے یہ ہے کار گاہ ہستی
ہیں یہاں پرکھنے والے تو ہیں جوہرِ عمل کے

جو ہے نشترِ جراحت ترا خندۂ ملامت
مرے دل پہ تیر لاکھوں ترے طنزِ بے محل کے

تجھے ملتفت نہ پایا کہ کچھ عرض حال کرتا
جو دیا جواب الٹا کہی بات ادل بدل کے

ٹکے تاجِ شہ میں موتی جو ہوئے صدف سے باہر
گُلِ تازہ نذرِ گلچیں ہوئے باغ سے نکل کے

جو شہیدِ جستجو تھا سرِ طور اس نے دیکھا
ہیں کرشمے سب یہ رخشاںؔ! یہاں جذبۂ عمل کے

یہ نمود و بود عالم امکاں ہے کیا   چشم حیرت دیکھ کر حیراں ہے کیا

آسماں قایم ہے ، ظالم محو خواب   پھر یہ شور نالہ و افغاں ہے کیا

وہ خزاں جاتی ہے ، آتی ہے بہار   عندلیب زار ! یوں نالاں ہے کیا

آہ کا اس سنگدل پر ہو اثر   اس خیال خام میں پیچاں ہے کیا

جان دینی اک بت بے مہر پر   یہ جو مشکل ہے تو پھر انساں ہے کیا

اس بت کافر کے دل میں ہو جگہ   اے دل نادان یہ آساں ہے کیا

ہر طرف جل تھل کا عالم ہوگیا   چشم گریاں کا بھی یہ طوفاں ہے کیا

برگ گل میں بھی کہاں ایسی بہار   تازگی پر وہ گل خنداں ہے کیا

لالہ و گل میں کہاں ایسی نمود   کیا بتاؤں وہ گل خنداں ہے کیا

روئے انور کا کہاں اس کے جواب   اس کے آگے مہر و مہ تاباں ہے کیا

حسن کا اس کے ہے کیا عالم نہ پوچھ   ہوں ملَک بھی اُس پہ غش،انساں ہے کیا

ہائے کیا کہئے ہے کیسا خدّ و خال   کیا کہوں وہ گیسوئے پیچاں ہے کیا

مہرباں کچھ کچھ ہوا ہے اب جو وہ
ان دنوں رخشاںؔ! یہ دل شاداں ہے کیا

شب اس کی یاد دل میں یکا یک جو آ گئی
ہر فکر ، ہر خیال کو دل سے بھلا گئی

ترک جفا و جور، جفاجُو کو بھا گئی
عشاق کے سروں پہ قیامت ہی آ گئی

کوچہ میں تیرے راہ بھٹک کر جو آ گئی
خوشبوئے زلف میں تری بس کر صبا گئی

جائے گا سر سے کیا ترا سودا، جو ہو گیا
کیا اب مٹے گی دل سے یہ دھن جو سما گئی

آیا ترا خیال تو بیتاب کر گیا
آئی جو تیری یاد تو دل کو جلا گئی

اس زلف خم بہ خم کا جو دل ہو گیا اسیر
ہر پیچ و خم سے اس کو وہ کر کے رہا گئی

ہر فکر روزگار سے آلام زیست سے
آزاد کر گئی جو تیری یاد آ گئی

کہتے ہیں وہ کہ ''کچھ تو مرا دل پسیجتا''
''نالا ہوا رسا نہ فلک سے قدر حنا گئی''

عشاق کا لہو اُسے مرغوب دل ہے اب
اس شوق کی نگاہ سے قدر حنا گئی

جب آپ بھی جفا پہ نہ ثابت قدم رہے
کیا شکوہ عاشقوں سے جو خوئے وفا گئی

رخشاںؔ ! کسی کی یاد ہی دل کی مراد ہے
یہ بے نیازِ گردشِ دوراں بنا گئی

پھر آرہی ہے چمن میں بہار کیا ہوگا
قفس نصیب ! ترا حال زار کیا ہوگا

مقابل رخ زیبائے یار کیا ہوگا
جواب اس کا گل نو بہار کیا ہوگا

بساط کیا ہے نشیمن کے چند تنکوں کی
بھڑک رہے ہیں وہ برق و شرار کیا ہوگا؟

کہاں وہ گیسوئے پیچاں کی بات سنبل میں
بنفشہ ہمسر گیسوئے یار کیا ہوگا

ہوا خلاف ہے طوفان زور شور کا ہے
حریف ان کا یہ مشتِ غبار کیا ہوگا

خلش جو آرزوں کی ہے دل میں سینہ میں
اب اس سے بڑھ کے بھلا نوک خار کیا ہوگا

جسے قرار دل بے قرار ہونا تھا
وہی ہے دشمن صبر و قرار کیا ہوگا

کہاں وہ بات ہے اس ماہتاب طلعت کی
مہ دو ہفتہ سہی تاب دار کیا ہوگا

زمانہ صرف کشاکش جہاں ہے تیرہ و تار
مآل گردش لیل و نہار کیا ہوگا !

نگاہ دوست پھری، ہوگیا زمانہ خلاف
ہوا ہے دشمن جان اپنا یار کیا ہوگا !

وہ بہر جور و جفا مجھ کو یاد رکھتا ہے
یہ بات ہے تو وہ غفلت شعار کیا ہوگا

بہم ہوئے ہیں عناصر پئے فساد جہاں
ہے عقل سکتہ میں پرور دگار ! کیا ہوگا!

کسی کے وعدوں پہ دل خوش بھی ہوتو کیا خوش ہو
ثبات کیا اسے اس کو قرار کیا ہوگا

ہوا ہوں موردِ الطاف یار میں رخشاںؔ!
اب اور بخت مرا سازگار کیا ہوگا

جہاں میں یہ پھیلی ہے تنویر کس کی
زمین و زماں پر ہے تسخیر کس کی

نہ پوچھو ہے انسان کی منزلت کیا
یہ ہے نقش انسان تحریر کس کی!

فرشتہ خصائل پری کا مماثل
ہے انسان! تو شوخ تحریر کس کی

ہوا ہے دل راز شیدا یہ کس کا
ہے جانِ حزیں آہ نخچیر کس کی

یہ پیش نظر کس کا نقشہ ہے دایم
یہ کانوں میں گونجی ہے تقریر کس کی

ہوا کیسا زلفوں کا سودا یہ سر میں
یہ پیچھے پڑی زلف شب گیر کس کی

ہوا محو و سرشار دل کیفیت میں
ہوئی دلنشیں ایسی تقریر کس کی

ہے کس رُخ کا پرتَو مری صبح روشن
شبِ تار ہے زلفِ شب گیر کس کی

جو ہے معنی والضحیٰ روئے تاباں
تو واللیل گیسو کی تفسیر کس کی

تمہیں کیا کوئی ہوگا بندہ خدا کا
کہوں کیا کہ ہے دل میں تصویر کس کی

زمانہ ہوا ہے مسخر یہ کس کا
یہ جادو کی پھیلی ہے تاثیر کس کی

یہ قاصد کو بھی دل لگی خوب سوجھی
خدا جانے لایا ہے تحریر کس کی

وہ زلف رسا کس کے بازو پہ ہوگی
نہ جانے وہ بت ہوگا تقدیر کس کی

نہ اترائیں اغیار اس بت کی شہ پر
رہی اس کی نظروں میں توقیر کس کی

وہی اک زمانہ کا ہے خواب دلکش
نکلتی ہے اب دیکھیں تعبیر کس کی

بناؤ گے اے شیخ اب کس کو کافر
رہا کون اب ہوگی تکفیر کس کی

بہت خواب دیکھے ہیں تیرے کرم کے
مگر آج تک نکلی تعبیر کس کی

دعاؤں کا قایل نہ نالوں کا سامع
ہو اے سنگدل تجھ پہ تاثیر کس کی

رہا نام دنیا میں کس کا ہمیشہ
رہی ہے زمانہ میں تعمیر کس کی!

نہ پائے حقارت سے خاروں کو ٹھکرا
یہ دیکھ اس میں ہوتی ہے تحقیر کس کی

تصور پہ رخشاںؔ! یہ ہے کون چھایا
بسی ہے یہ آنکھوں میں تصویر کس کی

باطل اگرچہ حق سے مقابل ہے آج بھی
اس کی بساط کیا ہے وہ باطل ہے آج بھی

ناحق شناس خنجر قاتل ہے آج بھی
بسمل کی تھی جو پہلے وہ مشکل ہے آج بھی

با حوصلہ پہنچ گیا تا منزل مراد
کم حوصلہ بہ اول منزل ہے آج بھی

کیف بہار کیا، جو یہ ہے گل کی بے رخی
دلگیر پہلی ہی سی عنادل ہے آج بھی

مل مل کے بھی ہے برسرکاوش نگاہ ناز
پیوستہ دل میں دشنۂ قاتل ہے آج بھی

گاہک تھا جاں کا برسرکین وغضب جو تھا
ہے مایل کرم تو وہ قاتل ہے آج بھی

منزل پہ آکے بھی تو سکون دلی نہیں
شوق وطلب بہ قطع منازل ہے آج بھی

کشتہ تری ادا کا، جو دل پہلے دن ہوا
بے مہریوں سے تیری وہ بسمل ہے آج بھی

دوری پہ بھی بہ فیض تصور ہے پاس ہی
دل کی مراد دل کو تو حاصل ہے آج بھی

ٹکرا کے موج لاکھ ہوئی مضمحل تو کیا
وہ اختلاط موجہ و ساحل ہے آج بھی

عارض کی تیرے کثرت جلوہ بنی نقاب
نازک سا ایک پردہ تو حائل ہے آج بھی

تو وہ کہ تو نے مجھ کو بھلا ڈالا یاد سے
تیرے خیال ہی میں مرا دل ہے آج بھی

رخشاںؔ! متاعِ بُردہ ہے وہ دولت فراغ
اک عمر پر بھی ماتم حاصل ہے آج بھی

دل حزیں پہ انہیں فرصت نظر نہ ملی
وہ دیکھتے مجھے مہلت یہ عمر بھر نہ ملی

نگاہ ناز ملی بارہا مگر نہ ملی
یہ چارہ ساز بہ انداز چارہ گر نہ ملی

مرا وہ نالہ جسے سن کے وہ لگا ہنسنے
مری دعا وہ جسے دولت اثر نہ ملی

وہ اور ہو نگے جو احوال دل سنا بھی سکے
مجھے تو رخصت گفتار عمر بھر نہ ملی

وہ اپنی زلف و خط و خال ہی میں محو رہے
انہیں تو حالت عشاق کی خبر نہ ملی

یہ خضرِ راہ نہ پہنچا سکیں گے منزل تک
سلامتی کی جنہیں آپ رہ گزر نہ ملی

وہ مست آنکھ بھی تھی مست کن قیامت کی
جس آنکھ نے اسے دیکھا وہ باخبر نہ ملی

زمانہ ہو گیا آنکھیں ہیں فرش راہ تری
نوید تازہ کوئی پیک خوشخبر ! نہ ملی

ہرے بھرے ہیں بہ فیض بہار سبزہ و گل
اک آرزو کی مگر شاخ با ثمر نہ ملی

بہ فیض فکر رخ و زلف یار کب مجھ کو
سہانی شام کہ اک دلکشا سحر نہ ملی

وہ عارض کہ ماہ تمام اللہ اللہ
وہ گیسو کہ ہے غم کی شام اللہ اللہ

سکوں مل گیا دل کی بے چینیوں کو
مرے لب پہ ہے تیرا نام اللہ اللہ

یہ عارض کا جلوہ ، یہ زلفوں کا عالم
یہ صبح اللہ اللہ ! یہ شام اللہ اللہ

تکلم کی تیرے وہ شان ترنم
وہ لطف بیاں ، وہ کلام اللہ اللہ

لیا تھام دل اپنا سرو چمن نے
ہوا جب وہ محو خرام اللہ اللہ

ہے فکر دو عالم سے دل بے نیاز اب
سکوں بخش کیا ہے یہ جام اللہ اللہ

سکوں اس سے دل کو تڑپ اس سے دل کی
ہے رخشاںؔ ! عجب وہ بھی نام اللہ اللہ !

صبر تو آزمایا آنے میں — جاں ہی لے لیں گے اب وہ جانے میں
موت آتی ہے دل کے آنے میں — جاں پہ بنتی ہے دل لگانے میں
گوشہ گوشہ پہ چھاگئی رونق — کون آیا غریب خانے میں
خندۂ گُل میں بھی وہ بات کہاں — ہے جو اُس گُل کے مسکرانے میں
وہی بلبل قفس نصیب ہے اب — چین سے تھی جو آشیانے میں
کس کے جور وستم کے اے ظالم — چرچے ہیں ہر طرف زمانے میں
کب گوارا ہے چرخ کو کہ رہے — بلبل آسودہ آشیانے میں
رنج وغم ہی سے سابقہ ہے یہاں — کہیں راحت نہیں زمانے میں
دل لگی دل لگی کی بات نہیں — جان جاتی ہے دل لگانے میں
دیکھتے رہیۓ، دخل ہی کیا ہے — اس طلسماتی کارخانے میں

کار فرما تو کوئی ہے رخشاںؔ
اس طلسماتی کارخانے میں

نازک سے تیغ جب کفِ قاتل میں آ گئی
کیا آب و تاب چہرۂ بسمل میں آ گئی

برہم ہوئے تو برہمی روزگار تھی
وہ ہنس پڑے تو جاں سی محفل میں آ گئی

آئی جو اُس کی یاد تو وہ لیلیٰ مُراد
یوں دل میں آئی، جیسے کہ محمل میں آ گئی

اب اس گلی کو چھوڑ کے آگے بڑھوں کہاں
اچھی ہے موت گر اسی منزل میں آ گئی

کم ہمّتی یہ حوصلۂ دل کی ہے فقط
شدّت جو اور سختیٔ منزل میں آ گئی

تلقینِ ترکِ عشق نہ کر ناصحِ شفیق!
ہم تو وہ کر گزرتے ہیں جو دل میں آ گئی

بسمل کو اپنے خوں کا ملا خوب خوں بہا
اک چھینٹ اُڑ کے دامنِ قاتل میں آ گئی

طوفانوں سے جو کشتی سلامت نکل گئی
کامِ نہنگ موجۂ ساحل میں آ گئی

جاناں کا غم ہی علاجِ غمِ روزگار تھا
اس حل سے جان تو اور بھی مشکل میں آ گئی

نام آیا اس کا لب پہ، لیے کیف بیخودی
اور یاد اس کی لے کے تپش دل میں آ گئی

کیا کام مے کا، جب وہ ملی چشمِ مے فروش
مستی و سرخوشی سی وہیں دل میں آ گئی

کیسی ہے یہ بہار، ہے جس میں خزاں کا رنگ
بے کیفی ایک صوتِ عنادل میں آ گئی

تدبیر نے تو رخشاںؔ کی کچھ نہ کی، مگر
تقدیر بن کے روک مقابل میں آ گئی

اُس بزم میں مَیں کشتہ تو تشنہ لبی کا تھا
رنگِ سرور پردہ تو جامِ تہی کا تھا

ضبطِ فغاں پہ ہوگئے مجبور، کیا کریں
دل کو لحاظ یار کی کچھ برہمی کا تھا

دہکا ہوا ہو آتشِ گل سے جو لالہ زار
اس لالہ رو کے رُخ پہ یہ عالم ہنسی کا تھا

دل ہی کی اب ہے خیر، نہ اب جان ہی کی خیر
دل کی لگی میں، مشغلہ جو دل لگی کا تھا

لب پر گلہ تو تھا ستمِ چرخ کا ضرور
در پردہ یار! شکوہ تری بے رخی کا تھا

کہنے لگا اُسی کی سی، منہ اس کا دیکھ کر
دل بھی کہ اک رفیق وہی بے کسی کا تھا

سودائے عشق ہوگا یہ، اس کی نہ تھی خبر
دینا کسی کو دل یہ تو سودا خوشی کا تھا

دو چار ہم مذاق بھی ہوتے اگر بہم
اس چاندنی کی شب میں مزا مے کشی کا تھا

دل لے کے آپ کیوں، ہوئے محجوب اس قدر
ہے کیا مضائقہ، یہ تو مال آپ ہی کا تھا

اچھا ہوا کہ مٹ گیا، خوں ہو کے بہہ گیا
کم بخت دل عذاب تھا، آزار جی کا تھا

کس وہم میں پڑا ہوا رخشاںؔ! ہے تو بھی ہائے
ترکِ خودی، فریب تو تیری خودی کا تھا

اُمیدوار تو اسی لطف و عطا کے ہیں اہلِ وفا بس آپ سے طالب وفا کے ہیں
گُل کیا دکھا رہے ہیں بہارِ شگفتگی نغمے چمن میں بلبلِ رنگیں نوا کے ہیں
آزاد ہیں وہ بندِ غمِ دو جہاں سے جو لوگ اسیر آپ کی زلفِ رسا کے ہیں
اے بت خدا سے ڈر، اے ظالم خدا کو مان مت توڑ تو دلوں کو گھر یہ خدا کے ہیں
شکلِ خزاں کبھی، تو کبھی صرصر و سموم طوفانِ باغِ دہر میں بادِ فنا کے ہیں
واللہ آج بھی ہیں سوا خواہ ہی ترے کشتہ جو تیرے ستمِ ناروا کے ہیں
کیا چیز ہے یہ دل اسے رکھو کہ توڑ دو طالب ہمیشہ ہم تو تمہاری رضا کے ہیں
بیجا نہیں جو ہے گل و لالہ کو فخر و ناز پروردگانِ خاص یہ دستِ صبا کے ہیں

خوفِ خدا تو آپ میں رخشاںؔ! نہیں ذرا
کہتے ہیں یوں تو آپ کہ بندے خدا کے ہیں

وہ شاید کچھ اب سرگراں اور بھی ہیں
ہم اب شکوہ سنجِ فغاں اور بھی ہیں

دُرِ اشک ہی یار! ہدیہ نہیں اک
پے نذر داغِ نہاں اور بھی ہیں

وہ بیٹھے تو ہیں سب کی نظروں سے پنہاں
نہاں ہو کے وہ کچھ عیاں اور بھی ہیں

یہ چہرے کی رنگت، یہ آنکھوں کے آنسو
جو چپ ہے زباں، ترجماں اور بھی ہیں

غم و حسرت و آرزو و تمنا
بسے اپنے دل میں جہاں اور بھی ہیں

تو ہی ایک بلبل! نہیں غم سے بیدل
ستم دیدۂ آسماں اور بھی ہیں

نہ ہو باغباں! خوش نشیمن مٹا کر
جو ہے حوصلہ، آشیاں اور بھی ہیں

اجل ہی نہیں اک مری جاں کی خواہاں
طلب گار کچھ مہرباں اور بھی ہیں

فروغِ تجلی بنا خود ہی پردہ
وہ بے پردہ ہو کر نہاں اور بھی ہیں

فقط ایک ہی جام میں اتنا نشہ!
ابھی دَورِ رطلِ گراں اور بھی ہیں

فقط بلبل و گل کی باتیں ہی رخشاںؔ
سخن اور بھی ہیں بیاں اور بھی ہیں

مشقِ جور و ستمِ گردشِ دوراں کے لیے
چن لیا ان کو بنے جو غمِ جاناں کے لیے

داغِ دل شمع جو ہے کلبۂ احزاں کے لیے
اشک مژگاں پہ ہیں انجم شب ہجراں کیلئے

ہے جنوں خیز بہاراں، تو خزاں آفت جاں
چین اک لحظہ نہیں بلبلِ بُستاں کے لیے

قدر بڑھ جاتی ہے اضداد سے ہر شے کی کچھ اور
خار بھی کم نہیں کچھ گُل سے گلستاں کے لیے

خاطر اپنوں کی ضروری ہے، بچا رکھا ہے
دل کا اک قطرۂ خوں دعوتِ مژگاں کیلئے

خوفِ گلچیں ہے کبھی، یادِ خزاں کا کبھی ڈر
کتنے در پیش ہیں خطرے گُل خنداں کیلئے

بے ثباتی ہی سے ہے اس کی یہ سب زیبائی
ہے فنا ہی سے کشش عالمِ امکاں کے لیے

دیکھ لو محفلِ انجم میں وہ تنظیم نہیں
برہمی حُسن ہے خود، زلف پریشاں کے لیے

پھول چبھتے نہیں، سوزن بھی مہیا تو نہیں
ان کے دامن کے لیے، اپنے گریباں کیلئے

یادِ گلشن سے ہوئی خود ہی چمن در آغوش
بلبلِ زار جو مضطر تھی گلستاں کے لیے

یادِ جاناں جو مٹا دیتی ہے سب کلفت غم
دن ہی سے ایک تڑپ ہے شبِ ہجراں کیلئے

سبزہ ہے فرشِ زمیں، آتشِ گل ہے مشعل
سر و ساماں ہیں بہم جشنِ بہاراں کے لیے

ہے چمن ساز تخیل سے خیاباں پیدا
کون اب جائے بھلا سیرِ گلستاں کے لیے

تجھ سے نازک کی نزاکت کا تقاضا ہے یہی
پختگی عیب ہے خود اک ترے پیماں کے لیے

سنگ و آہن ہے یہ بِلّور، یہ سیماب، یہ گُل
رخشاںؔ! دل ایک معمہ ہی ہے انساں کے لیے

کرم کیا، لطف کیا، جور و جفا کیا | تری خو سے نہیں دل آشنا کیا؟
نہیں نالہ ہی اپنا جب رسا کیا | تو دل! اس آہ وزاری کا مزا کیا؟
یہ دل ہے خوگرِ صبر و رضا کیا | ملا ہے اک دلِ بے مدّعا کیا
سراب آسا نمودِ باغِ ہستی | فنا تعبیر یہ خوابِ بقا کیا!
نیاز و التجا ہے اس سے مقصود | وگرنہ خود میں کیا، میری دعا کیا
مہ و انجم بنائے جس نے ایسے | وہ ہوگا ہائے خود ہی دلربا کیا!
سہارا چاہیے اب اور کس کا | نہیں کافی مجھے میرا خدا کیا؟
مرا دل رہبرِ راہِ طلب خود | رہوں منّت پذیرِ رہنما کیا
فروزاں ہے مثالِ ماہِ تاباں | کسی کا ہائے ہے یہ نقشِ پا کیا!
دلِ بہ شکستہ ہے اللہ کا گھر | شکست دل سے ہے محزوں دلا! کیا
بہار آئی، کھلے ہیں لالۂ و گل | چمن دیکھو شگفتہ ہوگیا کیا
کسی کے لطف کی صورت ہے یہ بھی | اسے سمجھا ہے دل جبر و بلا کیا

مبارک دل کا خوں ہونا بھی رخشاںؔ!
بنا خوں ہو کے لعلِ بے بہا کیا

تو مشقِ جفا اے ستم ایجاد کیے جا
ہر روز نئے ڈھنگ کی بیداد کیے جا

پیدا کہیں یوں ہوتی ہے تاثیر فغاں میں
ضبط اور ابھی اے دلِ ناشاد کیے جا

رکھے تجھے اللہ سدا شاد و سلامت
تو مشقِ ستم کر ہمیں دلشاد کیے جا

واعظ! تری کیا بات ہے، قایل بھی ترے ہم
پر دیکھ نہ یوں رندوں پہ ایراد کیے جا

جاتا ہے تو جا کے چھوڑ کے محروم تمنا
پر دل کی تشفی کو کچھ ارشاد کیے جا

میرے دلِ پُرشوق و تمنا کو نہ ٹھکرا
تو اس کو تغافل سے نہ برباد کیے جا

مصنوع سے خود صانع و خالق ہے نمایاں
سیرِ چمن عالمِ ایجاد کیے جا

آجایا تو کر دل میں، خیالِ رُخِ جاناں!
اس خانۂ برباد کو آباد کیے جا

بیداد کی ہے داد نہ فریاد ہی رخشاںؔ!
ٹکرانا ہی سر ٹھہرا تو فریاد کیے جا

سابقہ اک کاہشِ جاں سے ہے روزانہ مجھے
روز آنی یاد اُس کی، روز تڑپانا مجھے

مجھ کو صہبا کی نہیں حاجت، ہوں سرمستِ ازل
دے دیا ہے چشمِ ساقی نے وہ پیمانہ مجھے

کہہ رہا تھا گُل بہارِ باغ ہستی کچھ نہیں
گلشن عالم میں کِھلنا اور مُرجھانا مجھے

آپ بھی تو آشنا ہوکر بنے نا آشنا
دوستوں نے بھی، غضب یہ ہے، نہ پہچانا مجھے

گرتے پڑتے کعبۂ مقصود تک پہنچا تو میں
ہر قدم زنجیر یا تھا اک صنم خانہ مجھے

اُس کی باتیں، اس کی یادیں، زلف و رخ کی داستاں
بس انہیں باتوں سے اپنے دل کو بہلانا مجھے

ربط ہو تو جانے کیا ہو، بے رُخی پر ہے یہ حال
نام اُس کا لب پہ آنا، اور تڑپ جانا مجھے

حضرتِ واعظ سے ہے اپنی پُرانی دوستی
چھیڑ میری اور اُنہیں مطعون فرمانا مجھے

ہونے والی بات جو ہے وہ تو ہونی ہے ضرور
اپنی سی تدبیر تو رخشاںؔ! کیے جانا مجھے

قلب و نظر پہ تیرے سمانے کا شکریہ میرے خیال و فکر پہ چھانے کا شکریہ
اہل وفا کو یار! مٹانے کا شکریہ اے دوست! مجھ کو دل سے بھلانے کا شکریہ
آتا ہے تُو تو پُرسش غم کو خیال یار! ممنونِ التفات بنانے کا شکریہ
اے پیکرِ جمال! تجلی یہ بے حجاب حیراں مری نظر کو بنانے کا شکریہ
رُخسارِ پُر تبسم و اندازِ دلفریب دل کی تڑپ کو اور بڑھانے کا شکریہ
مجروح دل پہ ہیں یہ نمک پاشیاں غضب روتوں کو اور ہنس کے رُلانے کا شکریہ
رخشاںؔ! نہیں بس ایک کرم ہائے حق کا
ہے لب پہ یوں تو ایک زمانے کا شکریہ

لطف نہیں، عطا نہیں، جور نہیں، جفا نہیں
حال یہ ان کا ہوگیا، جیسے وہ آشنا نہیں

منتظرِ ستم رہے، جور سے آشنا نہ ہو
خوگرِ جور پر ستم، اس سے کوئی بڑا نہیں

آتے ہی اک خیال سا، چھا گئی کیسی محویت
اب نہیں اپنے آپ میں، اپنا کہیں پتا نہیں

شکوہ کی بدگمانیاں خوگرِ جور سے یہ کیوں
اس کی زباں پہ شکر ہے، شکوہ نہیں، گلہ نہیں

یہ بھی ہے ایک کیفیت، یہ بھی ہے ایک حالِ دل
قلبِ تپاں میں اب کوئی شورشِ مدّعا نہیں

جور پہ منفعل ہیں کیوں، شرمِ ستمگری، یہ کیا
یہ تو کرم ہے آپ کا، یہ تو کوئی جفا نہیں

عشق سے فیض کر طلب، دل کو نثارِ عشق کر
آہ نہیں جو دلگداز، نالہ اگر رسا نہیں

اب نہ ہو صبر آزما، جلوہ فگن بھی ہو کہیں
ضبط کی تاب اب نہیں، صبر کا حوصلا نہیں

یہ بھی ہے کوئی زندگی، ایسی بھی کیا ہے بے دلی
دل میں کوئی تڑپ نہیں، لب پہ کوئی دعا نہیں

بابِ عطا پہ آئے ہیں لے کے گناہ یا غفور!
کم نہیں تھی یہی خطا، ہوتی اگر خطا نہیں

تھی کبھی جنسِ بے بہا رخشاںؔ! یہ مہر، یہ وفا
قدر نہیں اب اس کی کچھ، اب کوئی پوچھتا نہیں

طلبِ نشہ، نہ بادہ کی ہوس ہے مجھ کو
نگہِ ساقی مے خانہ ہی بس ہے مجھ کو

ہے گلستاں کی فضا اب جو، چمن کی جو ہوا
آہ ایسے میں تو گلشن بھی قفس ہے مجھ کو

ہے تمنا کا یہ عالم نہیں اک لحظہ قرار
ایک ساعت بھی تو اب ایک برس ہے مجھ کو

حسنِ جاں سوز کے جلووں کی تمنا، کیا خوب
کرنا کیا تجربۂ و خس ہے مجھ کو

گھٹتی جاتی ہے ہر اک سانس پہ پیہم یہ عمر
ناموافق بھی یہ کیا بادِ نفس ہے مجھ کو

شدت و جوشِ تمنا سے ہے دل خود نالاں
تجھ سے کیا کام اب اے بانگ جرس ہے مجھ کو

مصرعۂ حضرتِ صوؔفی پہ ہے رخشاںؔ! یہ غزل
''لوگ ہستی جسے کہتے ہیں، قفس ہے مجھ کو''

یاروں کے تقاضے تھے پیہم، ساقی کا بھی تھا ابرام بہت
افسردہ دلی میں پیتا کیا، بڑھتے تو رہے گو جام بہت

جب حضرتِ دل ہیں یار اپنے، جب حشرِ تمنا ہے دل میں
کیا رنج و بلا کی اب ہے کمی، سہنے کو غم و آلام بہت

اچھا ہوں پڑا اک گوشہ میں، رہنے دے یہاں سے اب نہ ہٹا
راحت کدہ اب اپنا ہے یہی، اس کوچہ میں ہے آرام بہت

ہے شان عجب واللہ تری، ہر لمحہ تری ہے آن نئی
آغاز ترا خطروں سے بھرا، ہے عشق! تو خوش انجام بہت

اے حضرتِ ناصح! مشفقِ من! مٹنے کی نہیں یہ دل کی لگن
اب پند و نصیحت کیا، پختہ ہے اپنا خیالِ خام بہت

پندارِ خودی و حرص و ہوا، یہ جاہ پسندی، بیم و رجا
ہیں کعبۂ دل میں ترے اب بھی اے مردِ خدا! اصنام بہت

رندوں کے لیے سرمستی کو، کافی ہے یہی، اب چاہئے کیا
ساقی کی نگاہِ لطف رہے، کیا مئے کی کمی، ہیں جام بہت

یہ بادِ نسیمِ مستانہ، جمگھٹ یہ فلک پر تاروں کا
رعنائیِ فطرت کے جلوے، دیکھو تو ہیں صبح و شام بہت

سہتا ہی گیا ہر سختی کو، کاٹی ہیں کڑی گھڑیاں ہنس کر
جاں باز ہے، عالی ہمت ہے، اپنا یہ دلِ ناکام بہت

ہر ذرّہ یہاں کا گویا ہے، ہر خار میں جوشِ تکلم ہے
جب ذوقِ سماعت ہے تو یہاں بے صوت وصدا پیغام بہت

اشعار سناتے ہیں اپنے تو سُن لیتے ہیں خاطر سے
پر سچ تو یہ ہے اے رخشاںؔ! ہیں ان میں ابھی اسقام بہت

نام لے لے کے ہم تیرا مر جائیں گے ۔۔۔ مرنے والوں میں ہم نام کر جائیں گے
اُن کے نظروں کے ناوک کدھر جائیں گے ۔۔۔ تا بہ دل جائیں گے، تا جگر جائیں گے
دل میں اس سنگدل کے اُتر جائیں گے ۔۔۔ میرے نالے بھی اک کام کر جائیں گے
تم نقوشِ وفا کیا مٹانے لگے ۔۔۔ مٹنے والے نہیں، اور اُبھر جائیں گے
ربط اُس زلفِ برہم سے جن کو ہوا ۔۔۔ لاکھ آشفتہ سر ہوں، سنور جائیں گے
میری فریاد سے عرش ہِل جائے گا ۔۔۔ تا فلک نالہ ہائے سحر جائیں گے
دل کو رونے سے تسکین بھی ہوگی کیا ۔۔۔ ایسی باتوں سے کیا زخم بھر جائیں گے
جاں یہ خود جا کے ہوگی نثارِ قدم ۔۔۔ لے کے خط جب تلک نامہ بر جائیں گے
یہ بہار اُن کے قدموں لگی آئی تھی ۔۔۔ لے کے وہ رونقِ بام و در جائیں گے

ہائے وہ سنگ دل تو خبر ہی نہیں
نالے رخشاں! یہ سب بے اثر جائیں گے

رہ کے گلشن میں بھی خود کب ہے گلستاں اپنا
موسمِ گل میں بھی کیوں دل نہ ہو نالاں اپنا

اُن سے اب کیا کہیں ہم حالِ پریشاں اپنا
جن سے سنبھلا نہیں خود گیسوئے پیچاں اپنا

یہ سیہ خانہ، یہی کلبۂ احزاں اپنا
کتنا روشن تھا جو تھا شمع شبستاں اپنا

ہوگئی نذرِ خزاں سب دلِ شاداں کی بہار
کبھی شاداب بھی تھا یہ گلِ خنداں اپنا

ڈر کے خود تیرہ شبی سے نہ سہم جائے تو
میرے گھر رکھ نہ قدم اے شبِ ہجراں اپنا

دیکھنا! صورتِ تصویر بنے ہیں دونوں
محوِ آئینہ ہیں وہ، دل جو ہے حیراں اپنا

دست و بازو تو ہلا، گرمِ عمل ہو رخشاںؔ!
بند کر بند بھی اب نالہ و افغاں اپنا

دے رہا تھا دل فریب دوریِ منزل مجھے
اُس کے جلوے تو نظر آئے قریب دل مجھے

موردِ جور و جفا تو ہیں، نہ ہو لطف و کرم
آپ نے، ہے شکر، سمجھا تو کسی قابل مجھے

کھا رہا ہے یہ مسلسل اک فریب دوستی
اک نہ اک دن لے ہی ڈوبیگا یہ ناداں دل مجھے

ہائے وہ عہد فراغت، ہائے وہ دورِ نشاط
وہ بھی کیا دن تھے کہ لطف زیست تھا حاصل مجھے

آنکھ ہے محوِ تماشائے جمال و حسنِ یار
بہرِ دیدِ دوست اک آئینہ ہے یہ دل مجھے

اُس کو جانا ہی تھا اک دن دل گیا اچھا ہوا
ہوگئی جمعیتِ خاطر تو اب حاصل مجھے

ہر ادا پر جان صدقے، ہر ادا پر دل نثار
تیری ہر ہر آن نے ظالم! کیا بسمل مجھے

غمزۂ چشمِ فسونگر سے یہ اپنا حال ہے
دیدۂ و دل بھی نظر آتے نہیں یک دل مجھے

رفتہ رفتہ پگھلے جانا عشق کی معراج ہے
کرگئی تلقین یہ شمعِ سرِ محفل مجھے

ہائے یہ رنگینیاں، رعنائیاں، زیبائیاں
دل رہے قابو میں آتا ہے نظر مشکل مجھے

دل تمناؤں سے خالی، گُل ہے شمع آرزو
رخشاںؔ! بے رونق نظر آتی ہے اب محفل مجھے

آہ کہ وہ مائلِ جور و ستم ہوگیا
دورِ وفا جاچکا، عہدِ کرم ہوگیا

دل کے لگانے کو ہم سمجھے تھے اک دل لگی — ہوگیا یہ دردِ سر، رنج و الم ہوگیا
کلکِ قضا لکھ گیا اب مٹے تحریر کیا — ہونا تھا تقدیر میں جو وہ رقم ہوگیا
لکھنا ہے اُسے خطِ شوق ہے کوئی آسان کیا — اشک کے قطرات سے صفحہ تو نم ہوگیا
جاں کو شہیدِ ستم کر کے ہوئے خوش تو آپ — ہائے دلِ زار بھی نذرِ الم ہوگیا
رند تو تھے ہی خراب، مے کی رہے تاک میں — شیخ بھی لو طالبِ دام و درم ہوگیا

ہے جو مکیں دل میں ہائے رخشاںؔ! بُت آرزو
اب تو صنم خانہ خود تھا جو حرم ہوگیا

سابقہ آج پڑا ہے جو کرم سے پہلے
کیوں نہ وحشت ہو کہ خوگر تھے ستم سے پہلے

جاگزیں دل میں ترا غم ہو، تو جب کام بنے
دل ہو معمور ترے درد و الم سے پہلے

پھر یہ جمعیتِ خاطر سے رہے باغ و بہار
دل ہو خالی ہوسِ زاید و کم سے پہلے

دل دھڑکتا ہے کہ آج ہے اک کیفِ نشاط
صبح اک گزری تھی اچھی شبِ غم سے پہلے

ہم کو معلوم ہیں پیمان و قسم سب تیرے
یوں تو سوگند نہ کھا عہدِ کرم سے پہلے

تیرے الطاف و عنایت کی نظر کیا سمجھیں
سابقہ جن کو پڑا تیرے ستم سے پہلے

رہبرِ راہِ حرم ہوگا یہی اے رخشاںؔ!
آنکھیں روشن کروں اس نقشِ قدم سے پہلے

پہلے اسیرِ زلف تو خود فتنہ خو کریں
غارت گری دل بھی وہی لالہ رو کریں

اظہارِ مدّعا جو ترے رو بہ رو کریں
سب حال دل کا تجھ پہ عیاں مو بمو کریں

کیوں جائیں دُور دُور تجھے ڈھونڈنے کو ہم
دل ہی کے آس پاس تری جستجو کریں

بے اذن و مرضیِ چمن آرا، کہاں نصیب
کھلنے کی غنچے یوں تو ہزار آرزو کریں

تھا خرمنِ امید و تمنا دلِ حزیں
صد حیف غارت اس کو بتِ شعلہ رو کریں

جورِ خزاں سے کب رہی وہ گُل کی آب و تاب
یہ حال ہے تو کیا ہوسِ رنگ و بو کریں

جاں کو ہدف بنائیں وہ تیرِ نگاہ کا
دل کو اسیر زلفِ سیہ مشک بو کریں

ناچیز ہدیہ تو دل و جاں کا کریں قبول
اپنے نیاز مند کو وہ سرخرو کریں

بگڑا ہے دل کا حال، اب اس کا علاج وہ
بکھرا کے زلفِ خم بخم و مشک بو کریں

زاہد! نمازِ عشق کہاں بے گداز دل
لازم ہے آبِ دیدۂ تر سے وضو کریں

تیور ہیں باغباں کے جو بگڑے ہوئے بہت
اب یہ کہاں مجال کہ کچھ گفتگو کریں

دستِ جنوں ہے مستعدِ چاکِ پیرہن
کیوں چارہ ساز فکرِ فضولِ رفو کریں

دیوانے بیٹھیں چین سے، ان کو یہ شاق تھا
دکھلا دی اک جھلک کہ وہ پھر ہا و ہو کریں

رخشاںؔ! بڑھائیں دستِ طلب کیا برائے جام
برباد اب خودی کی بھی کیا آبرو کریں

فکرِ فردا نہ رہے دل میں غمِ دوش نہ ہو
اتنا مدہوش بھی یارب! کوئی ذی ہوش نہ ہو

جلوۂ طور کی کرتے ہیں تمنا تو کلیم
یہی جلوہ کہیں خود راہزن ہوش نہ ہو

ضبط و تمکین تو ہے خوب، مگر کون ہے جو
چشمِ پُر کیف تری دیکھ کے مے نوش نہ ہو

اک تمنا ہی پہ موقوف حیاتِ دل ہے
دل وہ کیا جس میں بھری یہ مے سر جوش نہ ہو

ضبط یاری نہیں دیتا ہے اب اے بانیِ جَور
کہیں مجبورِ تکلم لبِ خاموش نہ ہو

لخت ہائے دلِ خوں کردہ کی کیا کہئے بہار
ساحت سینہ مگر وادیِ گل پوش نہ ہو

درد سے خالی ہے رخشاںؔ تو ہے کیا قدر اس کی
دل وہ کیا درد و الم سے جو ہم آغوش نہ ہو

ترکِ خودی سکھا گئی مجھ کو خود آگہی مری
کھینچ کے لے گئی کہاں مجھ کو فروتنی مری

جام پہ جام پی کے بھی ہے وہی تشنگی مری
وقتِ سرور بھی وہی دل کی گرفتگی مری

چھین لیا سکون و صبر اس دلِ بے قرار کا
آرزوؤں نے دی مٹا ساری شگفتگی مری

عزم تو ترکِ بادہ کا میں نے کیا تھا واعظا!
دیکھ کے جام نیّتِ توبہ بدل گئی مری

مست ہوں اپنے حال میں کیف و سرور ہے مدام
بادۂ جامِ دل سے ہے ساری یہ رفتگی مری

اپنی جفا کو دیکھیے، میری وفا کو دیکھیے
چپ ہوں تو اس سے کیا ہوا، خو تو ہے خامشی مری

دیکھ سکا نہ دوست بھی عالمِ سرخوشی مرا
رخشاںؔ ہے کتنی دیدنی دل کی شکستگی مری

اک روز یہ جاں تجھ پہ فدا ہو کے رہے گی
تسلیم مری شانِ وفا ہو کے رہے گی

فتنہ تری شوخی کی ادا ہو کے رہے گی
اک روز قیامت ہی بپا ہو کے رہے گی

قرباں ترے اے زلفِ رسا ہو کے رہے گی
جاں قید سے ہستی کے رہا ہو کے رہے گی

اس دیدۂ مشتاق میں اُڑ کر تو سمائے
سُرمہ تری خاکِ کفِ پا ہو کے رہے گی

بڑھ جائے گا جب حد سے تو یہ درد گھٹے گا
بیماری ہی خود اپنی دوا ہو کے رہے گی

کس طرح بر آئے گی مرادِ دلِ شیدا
شوخی تری جب شانِ حیا ہو کے رہے گی

اس نکہت گیسو سے تو بَن جاتی ہے دل پر
قاتل مری اک دن یہ صبا ہو کے رہے گی

عُشّاق کی ہوتی ہیں دعائیں کہیں مقبول؟
مایوسِ اثر خود یہ دعا ہو کے رہے گی

ہر روز لیے آتی ہے وہ نکہتِ گیسو
اِس کشتہ کی عیسیٰ تو صبا ہو کے رہے گی

معلوم کہاں پہلے تھا یہ اہل وفا کو
بے قدر زمانے میں وفا ہو کے رہے گی

اس گیسوئے سرکش سے نہ کھیل اے دل نادان!
پھنس جائے گا پھندوں میں سزا ہو کے رہے گی

چھنٹ جائیں گے اک روز غلط فہمی کے بادل
ہاں اپنے موافق یہ فضا ہو کے رہے گی

حل ناخنِ تدبیر سے عُقدہ تو نہ ہوگا
رخشاںؔ! جو ہے مرضیِ قضا ہو کے رہے گی

شوقِ نظارہ میں جو اس سحرِ فن تک آ گئے
ہوش سے جاتے رہے، دیوانہ پن تک آ گئے

سرفروشانِ رہِ الفت بہ شانِ فدویت
کیسے خوش خوش منزلِ دار و رسن تک آ گئے

باوجود ضعف، نالے تو رسا ہیں آج بھی
لب سے نکلے اور یہ چرخِ کہن تک آ گئے

نرگسِ حیراں نے چشمِ سحرِ فن سے لی ادا
عکس کچھ اس کی صباحت کے سمن تک آ گئے

دوستوں سے بھی ہوا پورا نہ حقِ دوستی
بات بھی جب کی تو حرفِ دل شکن تک آ گئے

دیکھ کر لالہ، دلِ خوں گشتہ یاد آنے لگا
سیرِ گل کے واسطے ہم کیوں چمن تک آ گئے

ہیں خیالِ دوست کی رخشاںؔ! یہ بزم آرائیاں
گوشۂ عزلت سے ہم اک انجمن تک آ گئے

نقاب اپنے رخ سے ہٹائی تو ہوتی مجالِ نگاہ آزمائی تو ہوتی
فضا کی بلندی میں اُڑنا تھا مشکل تو کچھ ہمتِ پر کشائی تو ہوتی
ذرا کھل کے اظہارِ مطلب تو کرتے ہمیں رخصت لب کشائی تو ہوتی
نگاہ کرم تم نہ کرتے بلا سے ذرا حُرمتِ آشنائی تو ہوتی
بہت خوبیاں یوں تو ہیں تجھ میں واعظ! مگر اک ذرا کم نمائی تو ہوتی
جو ہو جاتیں کچھ اشک افشاں نگاہیں غبارِ دلی کی صفائی تو ہوتی

ترا شیوہ گر بندگی ہوتا رخشاںؔ!
تو مایل تری اک خدائی تو ہوتی

زباں نہ جس کی چلی، اور نہ جس کے ہات چلے
اس عہد میں تو ہے مشکل کہ اس کی بات چلے

ہو اس بساط پہ سرسبز اپنی بازی کیا
کہ ہم تو چال وہ، ہوجائے جس سے مات چلے

اب اتنی خشک مزاجی بھی تو نہ ہو واعظ!
کہ دور بادہ، نہ دن ہی چلے نہ رات چلے

بنائے کیا بنے تدبیر کی مساعی سے
جو چھپ کے قسمتِ برگشتہ اپنی گھات چلے

یہ سوئے کوے فغاں کیوں ہوئے قدم رنجہ
پھر آج آپ کہاں شیخ خوش صفات چلے

جو دل پہ بیتتی ہے کیا کرے بیاں کوئی
زباں بھی ادھر کیا پے تشریح واردات چلے

بس ایک جذب و کشش ہی کا فیض ہے رخشاںؔ!
نہ ہو جو عشق تو کیا دورِ کائنات چلے

ہجر کے دن، فراق کی اس شبِ تار سے گزر
طالبِ جلوہ گردشِ لیل و نہار سے گزر

منزلِ صعب قطع کر، برق و شرار سے گزر
ہے یہ مصافِ زندگی عزم و وقار سے گزر

پہلو میں ہے جو دل ترا، خود ہے بہار آفریں
دورِ خزاں کا غم نہ کر، فصلِ بہار سے گزر

ہوگی نمود و جلوہ گر صبحِ نظارۂ حبیب
جائیں گے جب فراق کی اس شبِ تار سے گزر

میری وفا کو بھول جا، میرے خلوص کو نہ دیکھ
کر نہ مکدر اپنا دل، مشت غبار سے گزر

ساعتِ جلوہ آگئی، عیدِ نظارہ ہوگئی
ہجر و فراق کی شب تیرہ و تار سے گزر

ہمت و فکر و حوصلہ ہو جو بلند، کیا ہے غم
جیت کی کچھ خوشی نہ کر، شاد تو ہار سے گزر

نغمہ نفس نفس ترا، روکشِ گل ہے تیرا دل
چھوڑ نظارگی گل، صوتِ ہزار سے گزر

رخشاںؔ! یہ جوش آرزو دامنِ ضبط کو نہ چھوڑ
ایسا نہ ہو کہ جائے تو صبر و قرار سے گزر

نالہ کرتا ہوں تو ناکام اثر ہوتا ہے
چپ جو رہتا ہوں تو سو ٹکڑے جگر ہوتا ہے

وعدہ ہوتا ہی نہیں اُن کا، وفا ہونے کو
اک نہ اک عذر نیا شام و سحر ہوتا ہے

آ گئی کام تو مایوس نگاہی میری
نگراں اب وہ بصد ذوقِ نظر ہوتا ہے

مٹ گئی اک، تو پھر امید نئی بندھتی ہے
کہیں مایوسِ تمنا بھی بشر ہوتا ہے

دل کو حسرت ہی رہی اس کی، سنا ہے یوں تو
آہ و نالہ میں، دعاؤں میں اثر ہوتا ہے

تیرہ روزی کا بہت رنج نہ کر اے رخشاںؔ!
شبِ تاریک کا انجام سحر ہوتا ہے

دل جس کا طلب گار ہے معلوم نہیں کیوں
مجھ سے وہی بیزار ہے معلوم نہیں کیوں

جاں دینی رہ یار میں مشکل تو نہیں ہے
کچھ لوگوں پہ دشوار ہے، معلوم نہیں کیوں

خواہاں جو وہ دل کا ہے، تو وہ دل فدا ہے اس پہ
دونوں میں عجب پیار ہے معلوم نہیں کیوں

دل کام کا ہے کب یہ خود اپنا نہیں ہوتا
تو اس کا طلب گار ہے معلوم نہیں کیوں

دیکھو جسے اس دور میں، وہ مستِ خودی ہے
سب کو یہی آزار ہے، معلوم نہیں کیوں

پاتے نہیں رخشاںؔ میں کوئی بات تو ایسی
مستِ مے پندار ہے، معلوم نہیں کیوں

وہ کون گل ہے کہ پہلو میں جس کے خار نہیں
خزاں کا رنج یہاں کب پسِ بہار نہیں

برنگ بو چمنِ دہر میں قرار نہیں
حسیں تو زیست کا ہے نقش، پائدار نہیں

تری گلی کا جو ذرّہ نہیں، غبار نہیں
فلک شکوہ نہیں، آسماں وقار نہیں

یہ عذر کیا ہے کہ ماحول سازگار نہیں
تجھے تو شاہدِ مقصد سے اپنے پیار نہیں

عجب معمہ ہے اک گومگو کا عالم ہے
کہ جبرِ محض نہیں، کامل اختیار نہیں

زمانہ بدلا ہے ساری بدل گئیں قدریں
وہ حسن و قبح کا پہلا سا اعتبار نہیں

ترے کرم کی بھی یارب! نہیں ہے حد کوئی
مرے گنہ کا الٰہی! جو کچھ شمار نہیں

سنے گا کون، سخن ہائے گفتنی ہی سہی
غریبِ شہر ہوں، میں کوئی شہریار نہیں

ہوں سرخوشِ مے دلی ہی خود رخشاںؔ!
مجھے تو حاجتِ مے کچھ پے خمار نہیں

تری جفا سے بتا کون دل فگار نہیں
وہ کون ہے جو ستم کا ترے شکار نہیں

عجیب چیز ہے دل، اس پہ اختیار نہیں
کبھی قرار اسے ہے، کبھی قرار نہیں

ہے دل کو آپ ہی اک کیفِ سرخوشی حاصل
نہیں بہار بلا سے، نہیں بہار نہیں

بدل گیا ہے زمانہ، کہ ہے فسردہ دلی
بہار میں بھی جو اَب رونقِ بہار نہیں

ہمارا فرقِ جنوں اور تری گلی کا غبار
کسی کے منّت واحساں کا ہم پہ بار نہیں

یہ شوقِ دید تغافل شعار! آ کے تو دیکھ
جھپکتی لمحہ کو بھی چشمِ انتظار نہیں

تو بن کے خاک درِ دوست پر نثار تو ہو
حریمِ یار میں رخشاںؔ! جو تجھ کو بار نہیں

ہر طرف حُسن کی تنویر نظر آتی ہے
چار سُو ایک ہی تصویر نظر آتی ہے

بزم میں شمع جو دلگیر نظر آتی ہے
خونِ پروانہ کی تاثیر نظر آتی ہے

یوں جو عاجز مری تدبیر نظر آتی ہے
کارفرمائیِ تقدیر نظر آتی ہے

ہے یہ عید کہ محرابِ حرم، ابروئے دوست
کتنی پیاری تری شمشیر نظر آتی ہے

طبعِ آزاد ہے کب قیدِ تعلق سے بَری
یہ تو پا بستۂ زنجیر نظر آتی ہے

اب علاجِ دلِ ناکام اِسی سے ہوگا
چارہ گر اب تری شمشیر نظر آتی ہے

باعثِ نفع میں اس عہد میں بس کذب و دروغ
راستی موجبِ تعذیر نظر آتی ہے

چھوڑ تدبیر کو، راضی بہ رضا ہو رخشاںؔ!
اب مناسب یہی تدبیر نظر آتی ہے

ہے وہ حجاب میں نہاں، جلوہ ہے شش جہات میں
اس کے جمال و حسن کا شور ہے کائنات میں
چین نصیب ہی کہاں، غم کدۂ حیات میں
دیکھو جسے وہ غرق ہے بحرِ تفکرات میں
مخفی ہے گو نگاہ سے، ہے وہ کمال سے عیاں
عکسِ جمال ذات ہے، آئینۂ صفات میں
دیکھو جسے فریفتہ، جو ہے وہ اُس کا شیفتہ
کتنی بھری ہے دلکشی مستیِ بے ثبات میں
کون یہ چھا گیا ہے یوں، کون سما گیا ہے یوں
میرے تصورات میں، میرے تخیلات میں
اس کا جمالِ بے مثال، جلوۂ اشکار ہے
صدقِ مشاہدات میں، حسنِ تصورات میں
خیر دلوں کی اب نہیں، جا کے رہے گی جان بھی
ابرو و چشم و زلفِ یار رہتی ہے اس کی گھات میں
حسنِ تصورات کے فیض سے کر مشاہدہ
جلوہ نشاطِ صبح کا، غم کی دراز رات میں
فکرِ مآل کار سے رخشاںؔ کا دل ہے مضطرب
رحمتِ حق نجات دے، ہوں جو غم نجات میں

اپنا دشمن اک تجھی کو آسماں! سمجھا تھا میں
اور بھی کچھ نکلے، جن کو مہرباں سمجھا تھا میں

نکلا تو بے مہر، تجھ کو مہرباں سمجھا تھا میں
ہائے ایسا کب تجھے اے بدگماں سمجھا تھا میں

سُن کے اس کو وہ ہوئے برہم قیامت آ گئی
ایک سادہ سا جو اندازِ بیاں سمجھا تھا میں

ڈوب کر دیکھا تو ٹھہری بے حقیقت سی متاع
عقل و دانش کو تو اک جنسِ گراں سمجھا تھا میں

شدّتِ جذبات سے وہ ہو گیا ہذیاں سرا
وہ دلِ ناداں کہ جس کو راز داں سمجھا تھا میں

باغباں کی مہربانی سے قفس کی طرح ہے
اب وہ شاخِ گل کہ جس کو آشیاں سمجھا تھا میں

کچھ فریبِ رنگ و بُو تھا، کچھ فضاؤں کا طلسم
چند کلیوں کو بہارِ بوستاں سمجھا تھا میں

نقطۂ موہوم و فرضی سے زیادہ کچھ نہ تھی
زندگی کو داستاں در داستاں سمجھا تھا میں

اک رواداری کا جذبہ تھا کہ تھا میں ہم سفر
ورنہ سچ یہ ہے فریبِ ہمرہاں سمجھا تھا میں

پیش ہمت کاہ تھا وہ نرم و نازک گل سے تھا
جس کو راہِ شوق میں سنگِ گراں سمجھا تھا میں

دل کا دشمن ہے وہی، اب دشمنِ جاں ہے وہی
ہائے رخشاںؔ! جس کو پہلے جانِ جاں سمجھا تھا میں

یہ تو دشوار سے دشوار ہوئی جاتی ہے
زندگی مستقل آزار ہوئی جاتی ہے

مستعد قتل پہ اے یار ہوئی جاتی ہے
چینِ ابرو تری تلوار ہوئی جاتی ہے

عشق کے فیض سے ہموار ہوئی جاتی ہے
سہل کیا یہ رہِ دشوار ہوئی جاتی ہے

ظلم کی گرمیِ بازار ہوئی جاتی ہے
خلق پامال ستم گار! ہوئی جاتی ہے

آ گیا تیرے تبسم کا تصور جو ذرا
طبع محزوں گل و گلزار ہوئی جاتی ہے

ایک مبہم سی خموشی ہے، مہیب ایک سکوت
خامشی پردۂ اسرار ہوئی جاتی ہے

چارۂ کار تو تجویز کرو چارہ گرو!
دیکھو کیا حالتِ بیمار ہوئی جاتی ہے

ہے سکوت ایسا کہ ہو جس پہ کلام آپ فدا
خامشی خود لبِ اظہار ہوئی جاتی ہے

افقِ دل پہ جو بادل تھے چھنٹے جاتے ہیں
دور سب ظلمتِ افکار ہوئی جاتی ہے

کھلتی جاتی ہے گرہ دل کی بہ الطاف و کرم
اس طرف بھی نگہِ یار ہوئی جاتی ہے

دیکھ کر اس کو ہے رخشاںؔ! یہ مرا حال کہ اب
سلب سب طاقتِ گفتار ہوئی جاتی ہے

یہ گمان کیا ہے توبہ، ہٹیں ہم رہ وفا سے
نہ ستم سے باز آؤ، نہ رُکو ذرا جفا سے

یہ جو ایک بوند پی لی تو ہو تم خفا خفا سے
ہوں میں نثار اس پہ واعظ! جو خفا نہیں خطا سے

یہ بہار، تیرے دامن کی ہے دلکشا ہوا سے
ہیں شگفتہ دل کے غنچے مرے بس اسی صبا سے

کبھی شوخیوں سے مارا، کبھی جان لی حیا سے
ہوئی کیا بپا قیامت تری ایک اک ادا سے

ہوا کیا جو بکھرے گیسو یونہی شوخی صبا سے
عجب آدمی ہو تم بھی کہ جو لڑتے ہو ہوا سے

یہ مآلِ زندگی ہے، یہ بہارِ زندگی ہے
کہ مثالِ شمع گل ہو ذرا تیزیِ ہوا سے

جو سنا تو اس کے رخ پر بھی شگفتگی سی آئی
گُل وغنچہ کیا کھِلے ہیں مری شوخیِ نوا سے

تری شوخیاں قیامت، ہے غضب تری حیا بھی
ہے عجیب دل کا عالم ترے عشوہ و ادا سے

لیا نام جوں ہی اس کا، ہوئے سب مرے مخالف
وہی یار دوست اپنے، جو تھے پہلے ہم نوا سے

کبھی 'ہاں' نہ لب پہ آئی، وہی رٹ 'نہیں نہیں' کی
نہ تھکی یہاں زباں بھی کبھی عرض و التجا کی

بڑی مشکل آپڑی ہے کہ کروں میں عرض مطلب
کہیں بات جل نہ جائے مری گرمیِ نوا سے

ہے عجیب یہ تماشا کہ وہ ڈر رہے ہیں رخشاںؔ!
مری آہِ نارسا سے، مری مسترد دعا سے

اک بار اس کو اے مرے ہمراز دیکھنا
کافر کے کس غضب کے ہیں انداز دیکھنا!

جب دل سا دوست ہوگیا غماز دیکھنا
ہمدم کو دیکھنا ہے، نہ ہمراز دیکھنا

یوں دیکھنا کہ جائے نہ کھل راز دیکھنا
دل دیکھنا اسے تو اس انداز دیکھنا

اشک اور آہ ہوگئے غماز دیکھنا!
کب تک رہے یہ راز مرا راز دیکھنا

اب یہ جنونِ شوق کی پرواز دیکھنا
غیروں سے بیٹھے کہہ رہے ہیں راز دیکھنا

ظالم کا دیکھنا بھی قیامت سے کم نہیں
اُف! اس کے دیکھنے کا یہ انداز دیکھنا

وہ جانِ نو بہار خراماں ہے اے ندیم
ہر ہر قدم پہ جس کے ہیں سَو ناز دیکھنا

بس دل! یہی تو وقت ہے، لے سر جھکا بھی دے
وہ تیغ ناز کھنچتی ہے جاں باز! دیکھنا

آتے ہی اس کے در کا تصور، ہے سجدہ ریز
میری جبینِ شوق کے انداز دیکھنا

آ کر چمن کے سامنے بلبل ہے دَم بخود
ٹوٹے یہیں پہ اُف، پرِ پرواز دیکھنا

بن جائے جان و دل پہ جو بننا ہے، فکر کیا
انجامِ کار کیا سرِ آغاز دیکھنا

'ہاں' زیست کا ہے مژدہ 'نہیں' موت کا پیام
اس کم سخن کے کلمہ کا ایجاز دیکھنا

غافل! تو اپنے دل کی طرف بھی تو دے دھیان
سُن! دھیمے دھیمے ہے کوئی آواز دیکھنا

اک اس کی 'ہاں' سے جاں دلِ مُردہ میں آ گئی
اُس لعلِ جاں فزا کا یہ اعجاز دیکھنا

رخشاںؔ کی اپنے دل سے تو سرگوشیاں نہیں
آتی ہے ایک ہلکی ہلکی سی آواز دیکھنا

تری قدرت نے یارب! کر دیے ہیں بحر و بر پیدا
تو کیا مشکل ہو اس پتھر سے دل میں بھی اثر پیدا

ہوا کافور اُفق پر تھا جو ظلمت کا اثر پیدا
وہ ڈوبے شب کے تارے، لو وہ ہوتی ہے سحر پیدا

نہ پنہاں ظلمتِ شب میں، نہ ہنگام سحر پیدا
خدا جانے کب اس کا ہو پیشِ نظر پیدا

مرے نالے رہیں تاثیر سے محروم یوں کب تک
دعاؤں میں مری یارب! نہ ہوگا کیا اثر پیدا

کٹیں گی غم کی گھڑیاں، آئے گا اک دن مسرت کا
شب تارِ الم کی بھی مرے ہوگی سحر پیدا

کسی کی یاد میں گریہ نے کیا کیا آبرو بخشی
مرے اشکِ مسلسل سے ہوئے کیا کیا گہر پیدا

یہ آتا ہے نظر وہ سامنے ہیں جلوہ گر میرے
مری چشمِ تصور میں ہوئے وہ بام و در پیدا

طلب جب ہو تو دوری اور بڑھ جاتی ہے دنیا
جو استغنا ہو تو ہر ہر قدم اک گنجِ زر پیدا

جو ہمت ہو تو طے ہوتی ہے منزل ہفت خواں کی بھی
حصولِ اوجِ مقصد کے لیے ہوں بال و پر پیدا

جبینِ شوق اپنی اب ہے محوِ ناصیہ سائی
ہوا چشمِ تصور میں کسی کا سنگ در پیدا

ہٹانا آنکھ ہر منظر سے یک میں یک نظر ہونا
جب ایسی یک نگاہی ہو تو ہو ذوق نظر پیدا

کسی کی راہ میں مٹنا، مٹانا اپنی ہستی کو
بڑی مشکل سے ہوتا ہے کسی کے دل میں گھر پیدا

تصور دل میں، سر میں شوق، وہ اپنی نگاہوں میں
نہیں ہے جلوہ اس کا پھر بھی چشمِ شوق پر پیدا

مٹا دے گا جب اس کی راہ میں تو اپنی ہستی کو
تو اس کے دل میں رخشاںؔ! تو کرے گا اپنا گھر پیدا

ہائے کیا بےقرار ہم بھی ہیں
مضطرب برق وار ہم بھی ہیں

دلگرفتہ تو ہی نہیں بلبل
دیکھ سینہ فگار ہم بھی ہیں

اس طرف بھی ہو اک نگاہ کرم
رحمتِ کردگار! ہم بھی ہیں

آنکھ ہے اس کی دید کے لیے وا
دل ہے کہتا، نثار ہم بھی ہیں

زلف کہتی ہے ہم ہیں دامِ بلا
دل ستاں، دل شکار ہم بھی ہیں

اُس کی آنکھیں یہ کہتی ہیں ہشیار
سحر فن، سحر کار ہم بھی ہیں

ہے گلِ تر پہ یوں وہ طعنہ زناں
گلِ تازہ بہار ہم بھی ہیں

رونقِ باغ، گل نہیں تنہا
کہہ رہے ہیں یہ خار، ہم بھی ہیں

فیض سے اے نسیمِ لطفِ یار
آج باغ و بہار ہم بھی ہیں

ہے تلون جو خوئے یار تو، غیر
ہوگا کل، آج خوار ہم بھی ہیں

یار ہے میری جان کا طالب
تیغ مرضیِ یار ہم بھی ہیں

چھٹا دامانِ یار ہاتھوں سے　　اب رمیدہ قرار ہم بھی ہیں
چھوٹ کے دامانِ یار ہاتھوں سے　　دامن تار تار ہم بھی ہیں
دل میں نغموں کا اک تلاطم ہے　　روکشِ صد ہزار ہم بھی ہیں
چشم و ابرو کا اس کے ہے دعویٰ　　فتنۂ روزگار ہم بھی ہیں
آنکھ ہے بے قرارِ نظارہ　　دل کو دعوی نثار ہم بھی ہیں
اشک خوں سے ہے لالہ گوں دامن　　دیکھ کیا پُر بہار ہم بھی ہیں
تیرے بندے ہیں اے غفور و رحیم　　گرچہ عصیاں شعار ہم بھی ہیں

رخشاںؔ! غیروں سے بھی نہیں کاوش
یوں تو یاروں کے یار ہم بھی ہیں

برقِ بلا سکون کے حاصل پہ آ پڑی
تیری نگاہِ ناز مرے دل پہ آ پڑی

دل سے جو مٹ گئی تھی وہ پھر یاد تازہ ہے
افتاد پھر نئی یہ مرے دل پہ آ پڑی

گلزار کر گئی، گل و لالہ بنا گئی
اک چھینٹ اُڑ کے دامنِ قاتل پہ آ پڑی

جیسے کہ کوئی برقِ بلا تھی تری نگاہ
آنکھوں میں چمکی اور معاً دل پہ آ پڑی

بے آشیانہ ہوگئی فصلِ خزاں میں وہ
کیسی مصیبت آہ عنادل پہ آ پڑی

پہلے تو جیسے راحتِ جاں تھی تری نگاہ
نشتر سی بن کے اب یہ رگِ جاں پہ آ پڑی

قاتل کی نازکی سے نہ خنجر بھی چل سکا
گویا اک اوس سی دلِ بسمل پہ آ پڑی

اب لطف تو یہی ہے کہ ہو تم بھی بے قرار
جب بات اپنے جذبۂ کامل پہ آ پڑی

رخشاںؔ! جو اُس کو بھولوں، وفا کے خلاف ہے
مشکل یہ اور اک مری مشکل پہ آ پڑی

دل ترے سوزِ محبت سے بچائے نہ بنے
اب تو اس گھر کو بغیر آگ لگائے نہ بنے

دل لگائے نہ بنے، دل بھی اُٹھائے نہ بنے
راہِ الفت میں کسی طرح بنائے نہ بنے

اُس کی نخوت تو ہے دیدار نمائی کے خلاف
حسن بھی وہ ہے کہ پردہ میں چھپائے نہ بنے

طبعِ نازک ہے اُدھر، ضبط کا یارانہ اِدھر
چپ بھی سادھے نہ بنے، لب بھی ہلائے نہ بنے

ایک دو قطرے سے تو آتشِ دل بھڑکے گی اور
اور جی کھول کے آنسو بھی بہائے نہ بنے

کیفیت دل کی بتائیں بھی تو رخشاںؔ کس طرح
نکتہ نازک ہے، یہ الفاظ میں لائے نہ بنے

کس کی یہ آرزو ہے، کس کی یہ جستجو ہے
کس کے خیال میں دل کھویا ہوا یہ تو ہے

زیبائیوں کی دنیا، معنیِ حسن تو ہے
خوش شکل وخوش شمایل، خوش خو وخوبرو ہے

آنکھیں جدھر اُٹھاؤں، دیکھوں ترا ہی جلوہ
ہو جاؤں محوِ حیرت، بس اتنی آرزو ہے

گلشن نکھار پر تھا، گل کیا بہار پر تھا
یہ دن بھی آج آئے، گل ہے نہ گل کی بُو ہے

پژمردہ پھول سا بھی، خنداں برنگ گُل بھی
دل کیا ہے گویا گل کی تصویر ہو بہ ہو ہے

جلوہ کسی کا اب تک آنکھوں میں ہے سمایا
صورت کسی کی ہر دَم آنکھوں کے روبرو ہے

سرگوشیاں یہ پیہم، اک محویت کا عالم
جب دیکھو دل کسی سے سرگرمِ گفتگو ہے

تم کو جفا ہے زیبا، ظلم وستم نہ چھوڑو
دل ہے وفا کا بندہ، یہ تو نیاز خو ہے

افسردگی کا عالم طاری ہوا کچھ ایسا
گویا نہ اب رہا دل، باقی نہ آرزو ہے

فارغ ہوا دل اپنا اب فکرِ ایں وآں سے
دل میں جو اپنے روشن اک شمعِ آرزو ہے

کیا مجھ کو مئے کی حاجت، سرشار خود ہوں رخشاںؔ!
صہبائے آرزو سے دل کا بھرا سبو ہے

اے چارہ گرو تم کو یہ دردِ سری کیوں ہے
اب میرے گریباں میں یہ بخیہ گری کیوں ہے

پردہ ہی جو کرنا تھا، چھپ چھپ کے جو رہنا تھا
ہر لحظہ یہ پھر دل میں یوں جلوہ گری کیوں ہے

یہ فصلِ بہاراں ہے، کلفت رہے کیوں ساقی!
شیشہ میں مقید یوں اب مے کی پری کیوں ہے

دل مٹ بھی گیا کب کا، زندہ ہیں تمنائیں
اس نخل فسردہ کی یارب! یہ شاخ ہری کیوں ہے

کیوں پوچھتے ہو مجھ سے، تم بھی تو ذرا سمجھو
نالہ مرے لب پر کیوں، آہ سحری کیوں ہے

مکھڑے ہیں نزاکت ہے، دل سنگ ہے، آہن ہے
فطرت میں حسینوں کی بیداد گری کیوں ہے

جان و دل رخشاںؔ پر ڈھا تو نہ ستم ایسے
محتاط تری ظالم! ناوک نظری کیوں ہے

انکار حقایق تو انساں کی نہیں فطرت
اے منکر حق! تجھ میں یہ بے بصری کیوں ہے

کیا پوچھنا ہے ذہنِ انساں کی رسائی کا
پر فکر کے طائر کی بے بال و پری کیوں ہے

دل کی کب خانہ بر انداز نہیں ہوتی ہے
کب اِدھر وہ نگہِ ناز نہیں ہوتی ہے

بے نمِ اشک بہا کرتے ہیں آنسو پیہم
نالہ میں اب مرے آواز نہیں ہوتی ہے

صبر کی بات نہ کر، صبر کی اب بات نہ کر
اب شکیبائی بھی ہمراز! نہیں ہوتی ہے

تم کو کیا ہوگی خبر میرے شکستِ دل کی
دل جو ٹوٹے بھی تو آواز نہیں ہوتی ہے

میری جانب سے پھری ایسی کہ بھولے سے ادھر
ملتفت وہ نگہِ ناز نہیں ہوتی ہے

کیوں نہ انجام میں اب خونِ جگر وہ روئیں
فکر جن کو سرِ آغاز نہیں ہوتی ہے

دل ستانی کے لیے اس کی اداؤ شوخی
مستعد کب زسرِ ناز نہیں ہوتی ہے

تیری اک 'بات' کہ جان آتی ہے جس سے جاں میں
کون کہتا ہے کہ اعجاز نہیں ہوتی ہے

ہائے رخشاںؔ! یہ تری آہ و فغاں، یہ فریاد
اس کے دل پر اثر انداز نہیں ہوتی ہے

بعض غزلوں کے چند متفرق اشعار

کیوں ہیں مجبورِ محض ہم یارب !
کچھ نہ کچھ اختیار ہونا تھا

وہ جو آئے گھر ہوا رشکِ ارم
چھا گئی رونق در و دیوار پر

یادِ گیسو تو ہے جمعیتِ دل کی دشمن
ان کو لائیں بھی تصور میں تو لائیں کیوں کر

پھر تازہ یادِ گیسوئے جاناں ہے آج کل
پھر خاطر خیال پریشاں ہے آج کل
سبزہ کی یہ لہک، یہ سیل رنگ و بو
کیا دلفریب رنگ گلستاں ہے آج کل
سنبل وہ زلف، غنچہ وہ لب، گل ہیں وہ عذار
صد منظرِ چمن رخ جاناں ہے آج کل
پیچھے پڑی ہوئی دل رخشاںؔ کے صید کے
کس کس طرح وہ کاکل پیچاں ہے آج کل

سایۂ گیسو میں وہ روئے صبیح
شمع ہو جیسے سواد شام میں

چلے ہیں حضرت رخشاںؔ سوئے کعبہ زیارت کو
وہی جن کا رہا ہے مشغلہ جام وسبو برسوں

تم پہلو میں میرے بیٹھے ہو، معمور مسرت دل ہے مرا
لیکن فرقت دیدہ ہوں ڈرتا ہوں یہ کوئی خواب نہ ہو
یہ عشق و محبت کی دنیا ،معمور رہے، آباد رہے
یہ جنس مہر و وفا یارب ! نایاب نہ ہو،کم یاب نہ ہو

ہے تبسم میں لطف خندۂ گل
آنکھوں میں کھیلتی شرارت ہے

دیکھ وہ آئے چوم قدموں کو
دل ناکام ! دیکھتا کیا ہے
آؤ مل بیٹھیں ، بول لیں ہنس لیں
زندگانی کا آسرا کیا ہے

مصیبت سے خالی نہیں کوئی راحت
کوئی پھول ہے جس میں کانٹا نہیں ہے

نظمیں

تاثرات فسادات ہند

بموقع فسادات بہار ۱۹۴۶ء (بہ ایام عید الضحیٰ بلکہ چند روز قبل از عید ۱۳۶۵ھ
مطابق ماہ اکتوبر ونومبر ۱۹۴۶ء گفتہ شد کہ قیامت صغریٰ برپا شد)

ہے حشر کا منظر کہ قیامت کا ہے عالم ان آنکھوں سے اللہ ! یہ کیا دیکھ رہے ہیں
یہ عید کے دن اور ہیں عاشورہ سے بدتر مجبور ہیں ، جو حکم قضا ۔ دیکھ رہے ہیں
سیراب زمیں ہوگئی معصوموں کے خوں سے گھر کتنوں کا یکلخت جلا دیکھ رہے ہیں
دیکھا تری روباہ مزاجی کا تماشا اے کفر ! تری شان دغا دیکھ رہے ہیں
ارجن کے سپوت آئے تھے اس شان سے لڑنے مہ پاروں کو تیروں میں چھدا دیکھ رہے ہیں
تلہاڑا وبیّانواں میں آئے ہیں جو زائر بستی نہیں گنج شہدا دیکھ رہے ہیں
برسوں سے جو سینہ میں بھری بغض کی تھی آگ صاف اس کا کرشمہ یہ بپا دیکھ رہے ہیں
ازراہ کرم حضرت گاندھی بھی ہیں آئے ہے تیر ہدف پر کہ خطا ، دیکھ رہے ہیں

پنجاب نے، بنگال نے، ہاں حق اخوت
واللہ کیا خوب ادا دیکھ رہے ہیں

جدھر دیکھو پریشاں ہے

پڑے دن دیکھنے کیسے یہ دورِ چرخِ گرداں سے
ہوئی ہیں چار سو گلکاریاں خون مسلماں سے
سکوں ناآشنا مسلم ہوئے اس دور خونی میں
جدھر دیکھو پریشاں ہیں جہاں دیکھو ہیں حیراں سے
بنا ہر ذرّہ خاک ''ھند'' کا نشتر پئے ایذا
ہوئی اس دیس کو کاوش یہ ہستئ مسلماں سے
جو کل آباد تھے گھر ، آج ہیں یکلخت خاکستر
مکینوں سے جو تھے معمور، ہیں وہ آج ویراں سے
رکھا نوک سناں پر کس طرح معصوم بچوں کو
یہ انسانی درندے بڑھ گئے وحشت میں حیواں سے
بڑی وحشت بھری یہ داستان درد مسلم ہے
بہے اک موج خوں سن سن کے جس کو چشم انساں سے
جو محفوظ حوادث رہ گیا بھی اپنی قسمت سے
اسے ترک وطن کرنا پڑا ، چھوٹا وہ اقراں سے

مہاجر

مجھے رہ رہ کے یاد آتا ہے ہمدم ! وہ وطن اپنا
مری چشمِ تصور میں ہے وہ رعنا چمن اپنا

وہ کِشت آرزو سینچا تھا جس کو اتنی محنت سے
وہ خرمن جو ہوا تھا جمع برسوں کی ریاضت سے

سکون و جمع خاطر کی جو اک چھوٹی سی دنیا تھی
وہ اپنی منزلِ راحت ، وہ ستھری سی جو کٹیا تھی

جب اس کی یاد آتی ہے تو دل کیا خون ہوتا ہے
رواں آنکھوں سے اشکِ خوں کا اک جیحون ہوتا ہے

وہ گلیاں یاد آتی ہیں جہاں بچپن میں کھیلے تھے
وہ میداں یاد آتے ہیں جہاں یاروں کے میلے تھے

وہ اپنے دیس کی ٹھنڈی ہوائیں یاد آتی ہیں
تڑپ جاتا ہوں جب کالی گھٹائیں یاد آتی ہیں

وہ مجمع دوستوں کا ، ان کی باتیں یاد آتی ہیں
میں رو پڑتا ہوں ہمدم ! جب وہ راتیں یاد آتی ہیں

وہ بے فکری کے دن ، وہ بے غل وغش زندگی اپنی
خبر کیا تھی کہ یکسر ہوگی کاوش زندگی اپنی

نہ گھر ہے اور نہ در ، پردیس ہے، غربت کا عالم ہے
فراغت کی جگہ اب تو سکونِ دل کا ماتم ہے

مہاجر ہوں مگر ، کیا غم ہے ہمدم ! ان مصائب کا
رضا فطرت مہاجر کی ہے خوگر ہے نوائب کا

رسولؐ اللہ کی سنت کا احیا کرنے والا ہوں
میں آئین وفاداری کا زندہ کرنے والا ہوں

خوشی سے دل کھلا جاتا ہے عالم دیکھ کر اپنا
ہے خاک نقش پائے سرورؐ عالم پہ سر اپنا

سرابِ آزادی

تمنا تھی کہ اپنے دیس کو آزاد دیکھیں ہم
وطن والوں کو اپنے خرّم و دل شاد دیکھیں ہم
غلامی کا جوا بار گراں ہے اپنی گردن پر
غلامی اک عذاب مستقل ہے جان پر، تن پر
وطن آزاد ہوجائے فرنگی کی حکومت سے
وہ دن آئے ہوں مالامال آزادی کی دولت سے
وقار اپنا بڑھے آزاد ملکوں کی نگاہوں میں
قدم اپنے بڑھائیں ارتقا کی شاہ راہوں میں
مساوات و رواداری کا ہر سو دور دورہ ہو
مٹے داغ جہالت ،علم وفن کا ہم میں چرچا ہو
کہیں ہو منہدم تعمیر بھی سرمایہ داری کی
وہ دن آئے کہ ہو معدوم لعنت شہر یاری کی
مٹے یہ دور مزدوروں کی ذلت اور نکبت کا
قدم لے کامیابی ، عہد آئے اس کی راحت کا
نہ ہوں غیروں کے ہم محکوم ، اپنی اک حکومت ہو
گلستان وطن اے کاش رشک باغ جنت ہو

خدا کا شکر اپنے ملک کو آزاد بھی دیکھا
گلستان وطن شاداب بھی آباد بھی دیکھا

مسلط تھے جو ہم پر غیر، انہیں جاتے ہوئے دیکھا — پھریرا اپنی آزادی کا لہراتے ہوئے دیکھا
وفور شوق میں ہم نے منایا جشن آزادی — ہوا ہر شہر میں قریہ میں برپا جشن آزادی
مگر اس کی خبر کیا تھی کہ ہوگا خون ارماں بھی — مسلماں کا لہو، پانی کی صورت ہوگا ارزاں بھی
جلو میں اپنی آزادی کے دیکھا ایک فتنہ بھی — سمویا نغمہ شادی میں تھا اک غم کا نوحہ بھی
ہمارے خواب آزادی کے کیا تعبیر نکلی ہے — مسرت حیف ہے خود غم کی اک تصویر پر نکلی ہے
خیالات وعمل کی حرّیت معدوم ہے یکسر — زباں آزادی تقریر سے محروم ہے یکسر
یہی ہے کیا وہ نعمت جس کا دل برسوں سے جویا تھا — یہی حریت؟ جس کے لیے دل یوں تڑپتا تھا

یہ آزادی ہے یارب ! یا غلامی ایک فرقہ کی ؟
یہ آزادی ہے ، یا ہے حکمرانی ایک فرقہ کی !

شیخ مدنی سے

عرض کرتا کوئی شیخ مدنی سے جا کر
جنگ آزادی میں تھا آپ کا فتویٰ یہ حضور !
اس کو خطرہ نہیں پامالیٔ حق کا ہرگز
جنگ آزادی میں شرکت ہو مسلماں کی ضرور
ہندِ آزاد میں محفوظ ہے اس کا ہر حق
اس کے تہذیب و تمدن میں نہ آئیں گے فتور
''حق بنیادی اقوام و ملل'' کی تجویز
کانگریس کر ہی چکی ہے بہ دل و جاں منظور
بلدیات نے ممنوع کیا ذبح بقر
گوش اقدس نے تو کی ہوگی سماعت یہ ضرور
آپ کے صوبہ میں ہندی ہوئی سرکاری زبان
ناگری سیکھنے پر ہوگئے مسلم مجبور
اسلحے پہلے جو آزاد تھے لیسنسوں سے
ان کا رکھنا بھی ہے مسلم کے لیے سخت قصور
کیا اسی طرح ہوا کرتے ہیں محفوظ حقوق
کیا یہی ہند کی آزادی کا حاصل ہے حضور!

نظم خیر مقدم

دلوں پہ نقشِ محبت بٹھانے آئے ہیں　　وہ اپنی الفت ورافت دکھانے آئے ہیں
ستم رسیدوں کی ہمت بندھانے آئے ہیں　　وہ ہم غریبوں کی عزت بڑھانے آئے ہیں
ہیں فرشِ راہ ہوئی آنکھیں خیر مقدم میں
خوشا نصیب کہ بیٹھے ہیں آج وہ ہم میں

جناب ماری عنایت کا ان کی کیا کہنا　　ہمارے حال پہ یہ لطف، یہ کرم، یہ عطا
ہمیں جناب ! بجا ہے جو اس پہ فخر ہوا　　کمیٹی کو جو صدارت سے سرفراز کیا
مبارک آپ کو حج کی سعادت ابدی
خوشا نصیب ترے زائرِ حریمِ نبیﷺ

'الٰہی بخش' جو پیرِ جوان ہمت ہیں　　جو فخر سندھ ہیں، زینت دہِ وزارت ہیں
جو اپنی ذات سے ہمدرد و قوم و ملت ہیں　　ہمارے حق میں جو مملوز لطف و رافت ہیں
کرم سے اپنے نواز ہمیں، عنایت کی
ہماری بزم کو تشریف لا کے عزت دی

ہوئے ہدف جو مظالم کے مسلمینِ بہار　　نکالنے لگا جب کفر اپنے دل کا غبار
زمیں وطن کی ہوئی ہم پہ تنگ جب اک بار　　تو چھوڑ کر جو چلے ہائے اپنے شہر دیار
پناہ ہم کو ملی ارض سندھ میں آ کر
یہاں ہیں امن سے ہم شکر خالق اکبر

ابھی اگر چہ مسائل بہت ہیں لاینحل　　کہ جن کی فکروں سے دل میں بپا ہے اک ہلچل
بہت سی فکروں سے ہے قلب مضطرب بیکل　　خدا نے چاہا تو مٹ جائینگے یہ سارے خلل
عنایتیں ہیں جو ان کی تو کام سب ہوں گے
ہمارے فائدے کے اہتمام سب ہوں گے

معراج کی رات

لاکھوں دن اس پہ ہوں قربان ، یہ ہے آج کی رات
شب یہ کیسی ہے مبارک کہ ہے معراج کی رات

عید کی شب نہ شب جمعہ، شب قدر آج کی رات
کتنی پر کیف وسعادت ہے یہ معراج کی رات

عید کے دن سے فزوں رتبہ میں معراج کی رات
اہل دل کہتے ہیں ہاں ہے شب قدر، آج کی رات

اللہ اللہ رے یہ رتبۂ وادجِ حضرتؐ
ہم سخن آپؐ سے اللہ ہوا آج کی رات

بندۂ خاص کو ملتا ہے مقام قربت
اہل دل کے لیے ہے بس شب قدر آج کی رات

ان کے صدقے میں ملا ہم کو بھی اپنا حصہ
دل سے سمجھیں تو ہماری بھی ہے معراج کی رات

ہوے محبوبؐ خدا فائز مرضاۃ و کرم
آج سرکارؐ کی ہے مرحمت تاج کی رات

رہے جاری لبِ رخشاںؔ پہ صلوۃ اور سلام
بس یہی ورد ، عبادت یہی ، شغل آج کی رات

اے ماہِ صیام

اے ماہ صیام ! تجھ پہ صدقے
اے بخشش عام! تجھ پہ صدقے

لے کر آیا نوید رحمت
کیا لایا پیام ! تجھ پہ صدقے

راغب کئے دل سوئے تلاوت
اچھا کیا کام، تجھ پہ صدقے

تو ہے سبب رضائے مولیٰ
اے پیک سلام ! تجھ پہ صدقے

اے ذوق سجود ! تیرے قرباں
اے لطف قیام تجھ پہ صدقے

مومن کی لقا بھی خود عبادت
اے ذوق سلام ! تجھ پہ صدقے

ہاں ذکر ! دعا ! دورد ! تسبیح !
بس تجھ سے ہے کام تجھ پہ صدقے

کیفِ سحری ! نثار تجھ پر
اے لذت شام ! تجھ پہ صدقے

اے جُرعۂ آبِ صافِ افطار
سو گردشِ جام تجھ پہ صدقے

آیا ہے ہلال عید بن کر
اے حُسن ختام ! تجھ پہ صدقے

رخشاںؔ ! یہ کلام خود ہے طاعت
اے فکرِ کلام ! تجھ پہ صدقے

مژدہ اے مومنو!

مژدہ اے مومنو! پھر ماہِ صیام آیا ہے
رحمتِ حق کا لئے ساتھ پیام آیا ہے

دن جو روزوں میں ہوا وقف تلاوت کے لیے
رات کا وقت پئے لطفِ قیام آیا ہے

کبھی تسبیح و مناجات، کبھی لب پہ دعا
میرے لب پر ترا سو طرح سے نام آیا ہے

ہمہ تن وقف ہیں خالق کی عبادت کے لیے
وقت سجدہ کا ہے، ہنگامِ قیام آیا ہے

وقف خیرات ہیں، طاعت میں ہمہ دم مصروف
روزہ داروں کو پسند اب یہی کام آیا ہے

ناگوارا کو گوارا کریں، شیریں ہو کلام
رمضاں بن کے مہِ صلح و سلام آیا ہے

دل سے نکلی جو دعا ہوگئی یکسر مقبول
یہ مہینہ پئے انجاحِ مرام آیا ہے

رحمت آغاز میں ہے، وسط میں ہے عفوِ گناہ
آخری عشرہ پئے بخشش عام آیا ہے

یہ رعایات و مدارات و مروت کے ہیں دن
اس میں غمخواری کا اک خاص مقام آیا ہے

ایک شب اس کی ''شب قدر'' ہے، کیا قدر کی رات
جس میں بندوں کے لیے حق کا کلام آیا ہے

ہو تخاطب تو تخاطب ہو بہ طرز احسن
روزہ داروں کے لیے حسن کلام آیا ہے

خاص حق کے لیے روزوں کی مشقت جو سہی
حق کا دیدار، صلہ بہرِ صیام آیا ہے

وقت افطار ہی صائم ! نہیں تجھ کو فرحت
فرحت دید کا مژدہ ترے نام آیا ہے

تجھ پہ اے رحمت عالم ! دل رخشاںؔ ہو نثار
تیرے ہی صدقے یہ رحمت کا پیام آیا ہے

الوداع

الوداع اے مونس شب زندہ داراں الوداع
الوداع اے ذوق بخشِ دورِ قرآں ! الوداع

الوداع اے موجب خیر فراواں الوداع
شہر صوم ، ایام خیر و ماہ قرآں الوداع

اے کہ تھا تو ماجی ہر داغ عصیاں الوداع
الوداع اے ماہ رحمت ہائے یزداں الوداع

الفراق اے ماہ صوم و رحمت حق الفراق
رحمتوں کے رات دن! باچشمِ گریاں الوداع

رخصت اے رحمت کے دن، رحمت کی راتیں الفراق
بخششوں کی صبح، شام عفو و غفراں ! الوداع

روزہ داروں کے لئے تھا تو نوید جانفزا
اے بشیر رحمت و اے پیکِ غفراں الوداع

بندوں کے حق میں تھا تو حق کا پیام رحم وامن
اے کہ تجھ سے ہوگئے کافور عصیاں الوداع

تو نے ہمت تھی بندھائی، تجھ سے ڈھارس دل کو تھی
الوداع اے قوتِ قلب ضعیفاں! الوداع

بندۂ مومن کے رُخ پہ تجھ سے ایک رونق سی تھی
تیرے باعث کم ہوا تھا جوشِ طغیاں الوداع

آہ مہمانِ عزیزِ حضرتِ خیرالانامؐ
جان مومن، عظمت دیں، روحِ ایماں الوداع

تھا جزائے صوم خود وہ مالکِ یوم الجزا
تیری برکت سے تھے کیا کیا ہم پہ احساں الوداع

بارگاہِ حق میں بن رخشانؔ عاصی کی اُمید
ہو رہا ہے گرچہ تو نظروں سے پنہاں، الوداع

حکمت کے موتی

"اِعدِلُوا وَلَو کَانَ ذا قُربیٰ" (الآیۃ)

خدا کا یہ ہے حکم اے مومنو ! نہ چھوڑو کبھی عدل و انصاف کو
ہے انصاف تقویٰ سے نزدیک تر عدالت میں پاس قرابت نہ کر

"اَلمُسلمُ مَن سلِمَ المُسلِمُونَ مِن لِسَانہٖ وَیَدہٖ" (حدیث)

رسول خدا کا یہ فرمان ہے مسلماں وہی بس مسلمان ہے
زباں اور ہاتھوں سے ایذا نہ دے جو مسلم کے حق میں نہ کانٹا بنے

"اَوفُوا بِالعَھُدِ اِنَّ العَھدَ کَانَ مَسؤُلَا"

جو وعدہ کرے اس کو پوا کرے مسلمان پیماں شکن کیوں بنے
کہ اس کی بھی پرسش ہے روز حساب یہ فرمان حق ہے یہ حکم کتاب

"کَانَ اللّٰہُ فِی عَونِ عَبدہٖ مَا کَانَ العَبدُ فِی عَونِ اَخِیہ" (الحدیث)

کرو اپنے بھائی کی حاجت روا مددگار ان کے رہو تم سدا
وہ بندہ جو حق کا طلبگار ہے وہ بھائی کا جب تک مدد گار ہے
مددگار اس وقت تک حق رہے خدا اس کی حاجت کو پورا کرے

سہرا و تہنیت

برائے وداع بانوے کہ بفرمایش نوشتہ

سیپ سے نکلا جو موتی تاج کی زینت بنا
شاخ سے ٹوٹا جو گل دستار کی عزت بنا

کان میں سونا تھا، دیکھو کیا نکل کر بن گیا
سکۂ زر بن گیا، دلہن کا زیور بن گیا

اک کرن سورج سے نکلی، بام و در روشن ہوا
چاند کے پرتو سے عالم سر بسر روشن ہوا

نظمِ قدرت ہے یہی، اور رسمِ دنیا ہے یہی
ریت دنیا کی یہی ہے اور طریقا ہے یہی

جب چڑھی پروان لڑکی، دوسرے گھر کو چلی
تھی گھرانے کی جو دولت، دوسرے گھر کی ہوئی

باپ کے دل کی تھی ٹھنڈک، ماں کے آنکھوں کا تھی نور
جو سگھڑ بیٹی، ہے اب سسرال کی وجہِ سرور

لب پہ والد کے، دعا تھی تیرے اس دن کے لئے
آرزوئے والدہ تھی تیرے اس دن کے لئے

پیاری بہنا! تھی یہی تیری بہن کی آرزو
خیر سے تو بیاہی جائے، اپنے گھر بس جائے تو

ہے مبارک یہ گھڑی، اللہ نے دکھلایا یہ دن
تیرے سر سہرا بندھا ہے خیر سے آیا یہ دن

تو رہے دلشاد دایم خوش رہے، خُرّم رہے
ہے دعا ''دُودھوں نہائے اور تو پُوتوں پھلے''

چند اشعار بہاریہ از رقعہ شادی کہ بفرمایش گفتہ شد

مسرت کی فضا چھائی ہوئی ہے چمن پر کیا بہار آئی ہوئی ہے
چمن ہے لہلہایا جوشِ گل سے سرورِ دل ہے شغل جام و مُل سے
عنادل سر بسر محوِ ترنم لب گل سے عیاں موج تبسم
نشاط و شادمانی کی فضا ہے
سرور انگیز و وجد آور ہوا ہے

مبارکباد کامیابی امتحان میٹرک برادرم قاضی سید سعید احمد صاحب سلمہ

کونی برنرہٹ

1943ء ، ۱۳۲۶ھ

اے سعید ! اے برادر خوش خو
اوج یہ بخت کا ! مبارک باد !

سعی مشکور ہوگئی تیری خوب پایا صلا مبارکباد
ملا پھل محنتوں کا تم نے جو پاس میٹرک کرلیا ، مبارکباد
پاس کرنے کا تیرے دیکھ کمال دوستوں نے کہا مبارکباد !
تم ڈیویژن میں بھی سکنڈ آئے مرحبا مرحبا ! مبارکباد !!
سال ہجری ہے ارمغان نوید ۱۳۶۲ھ کہو تاریخ یا مبارکباد
دل سے رخشاںؔ کے خود مسرت میں نکلی بن کر دعا مبارکباد

ملے موقع خوشی کا تجھ کو مدام
سب کہیں مرحبا مبارکباد

مبارک باد تقریب شادی

برادرم حکیم شاہ محمد طاہر فردوسی عثمانی سلمہ سجادہ نشین خانقاہ سملہ، گیا

(۱۳۷۲ھ/ ۱۹۵۳ء)

یہ بزم عیش و نشاط و خوشی مبارک ہو بصد خوشی یہ نشاط دلی مبارک ہو

بندھا ہے سر پہ جو سہرا تمہارے اے طاہرؔ یہ فرّخی ، یہ خوشی خُرّمی مبارک ہو

گل مراد و تمنا سے بارور ہو تم مدام تم کو یہ خوش طالعی مبارک ہو

مسرتوں کا خود آغاز یہ مسرت ہے ہزاروں دیکھنی تم کو خوشی مبارک ہو

خوشی رفیق تمہاری ہو اے مرے طاہرؔ! یہ اوج بخت سدا یاوری مبارک ہو

ہمارے بھائی جو احمد حسن ہیں طیب ہیں خوشی یہ ان کو بہ صد فرّخی مبارک ہو

جو ہیں برادرِ نیکو صفت ثناء اللہ اُنہیں بھی دیکھنی دُہری خوشی مبارک ہو

جناب عمِّ مکرم سے عرض رخشاںؔ ہے

حضور ! آپ کو بھی یہ خوشی مبارک ہو

سہرا بہ تقریب شادی

برادرم مولانا احمد علی صاحب عثمانی سلمہ سملوی

(۱۳۷۲ھ/ ۱۹۵۳ء)

وفورِ گل سے ہے گلزار سہرا　　زہے گلبو ، زہے گلبار سہرا

کھلیں کلیاں نہال آرزو کی　　ہوا ہے زینتِ دستار سہرا

سراپا کہکشاں ، اس درجہ تاباں　　کہ یا دُرّ عدن کا ہار سہرا

نزاکت میں جوابِ حسنِ خوباں　　لطافت میں پری کا ہار سہرا

خوشی میں آپ جھوما جارہا ہے　　مئے عشرت سے ہے سرشار سہرا

ہوئی مستِ خوشی ، مجلس کی مجلس　　طرب زا ہے مسرت بار سہرا

مشام جاں ہوئے سب کے معطر　　یہ گلبو ہے یہ ہے گلبار سہرا

ہو عشرت تیری دایم ہمدم و یار
خوشی کا ہو خزینہ دار سہرا

سہرا بہ تقریب شادی

برادرم مولانا محمد طیب عثمانی ندوی سملوی سلمہ

(۱۳۷۴ھ/ ۱۹۵۵ء)

رخِ نوشہ کی زینت کیا بنا ہے خوشنما سہرا
حسین و مہہ جبیں ، نازک ادا و دلربا سہرا

رخ و عارض سے سہرا خود بھی کسب نور کرتا ہے
حسیں چہرے کی زینت بن گیا نازک ادا سہرا

یہ دورِ عشرت و شادی مبارک میرے طیبؔ کو
مبارک میرے طیب کو ہو یہ پھولا پھلا سہرا

مسرت کی گھڑی ، دورِ نشاط و کامرانی ہے
خدا نے دن یہ دکھلایا کہ تیرے سر پر بندھا سہرا

خوشی کے کیف سے سرشار ہے، خود جھوما جاتا ہے
وفور شادمانی سے کھلا جاتا ہے کیا سہرا

وفور و کثرت گل سے ہے گلشن کی بہار اس پر
یہ تابانی کہ رشک گوہر و انجم بنا سہرا

برائے نذرِ نوشاہِ سعید و نیک خو طیب
یہ برجستہ بہت ہی خوب رخشاںؔ نے لکھا سہرا

رباعیات

کیا حمد ہو خالقِ سماوات تری
جانے کوئی کیا حدِّ کمالات تری
ممکن نہیں جان لے کوئی بات تری
ادراک سے ہے بہت پرے ذات تری

◈

دن تیرے ہی ہیں بنائے یہ رات تری
یہ نظمِ جہاں ہے، سب کرامات تری
یہ شمس و قمر، ارض و سما، لالہ و گل
پھیلی ہوئی چار سو ہیں آیات تری

◈

چھائی ہوئی ہے تمام وسعت تری
اندازہ سے بڑھ کے شان قدرت تیری
ہے ذات تری ازل ابد کو گھیرے
پھر جان سکے کون حقیقت تیری

◈

رنجورِ الم کی آہ وزاری سن لے
دل خستہ ہوں حالِ بےقراری سن لے
میں غم زدہ ہوں، تو غم مٹانے والا
فریاد مری، تو میرے باری سن لے

◈

رحمت کو طلب ہے ہاں گنہگار آئے
جو کچھ بھی بری بھلی ہے طاعت لائے
نم آنکھ ہو، لب پہ آہ، دل نادم ہو
جھولی بھر کر مراد کی لے جائے

◈

مشکل کا مری الٰہی! حل کیا ہوگا
کچھ پاس نہیں حسن عمل، کیا ہوگا
ہے آس ترے فضل کی یارب! ورنہ
دل کانپ رہا ہے، ہائے کل کیا ہوگا

◈

محبوب خدا سرور اعظم ہیں آپؐ
مطلوب خلیلؑ و فخر آدمؑ ہیں آپؐ
''شاہد'' ہیں ''بشیر'' و شافع محشر ہیں
ہیں رحمت حق رحمت عالم ہیں آپؐ

◈

ہے تیرے قدم سے عزّ و شانِ ہستی
ہے تیرا وجودِ پاک جانِ ہستی
ہوتا جو نہ تو خلق تو اے ختم رسلؐ
ہوتا نہ کبھی نام و نشان ہستی

◈

مطلوب خلیل، حق کا مقصود ہیں آپؐ
اوصاف حمیدہ وہ کہ محمود ہیں آپؐ
احمد بھی ہیں حامد بھی محمدؐ بھی ہیں
ہاں صاحب خُلق و کرم و جود ہیں آپؐ

◈

بوبکرؓ و عمرؓ ، علیؓ و عثمانِؓ غنی
اللہ کے برگزیدہ ، اصحاب نبیؐ
ہے اپنی جگہ سب کو فضیلت حاصل
ان چاروں کی الفت سے ہے ایمان قوی

◈

کیا کہیئے ہے کیا صدق و صفائے عثماںؓ
اللہ غنی عفو و عطائے عثماںؓ
معراج کمال ہے حیائے عثمانؓ
ایماں کا نشان ہے وِلائے عثماںؓ

◈

خُلّت کا نبی کی فخر، شانِ صدیقؓ ہے صدق و یقینِ حق نشانِ صدیقؓ
اللہ و رسول کی معیّت کا شرَف کس درجہ بلند ہے مکانِ صدیقؓ

◈

ہے حب نبیؐ روح و روان صدیقؓ ایمان و یقیں خاص نشان صدیقؓ
اللہ کے محبوب کا محبوب ہے وہ اللہ غنی رفعتِ شانِ صدیقؓ

◈

اسلام کی شان ہیں جناب فاروقؓ ایماں کا نشان ہیں جناب فاروقؓ
مسلم کی جان ہیں جناب فاروقؓ حق کی برہان ہیں جناب فاروقؓ

◈

ہیں ناطقِ حق کون جناب فاروقؓ شاہد ہے رسالت بہ صوابِ فاروقؓ
مجموع مناقب ہے کتاب فاروقؓ ہے فخر شہاں خدمت باب فاروقؓ

◈

مجموع مناقب ہے کتاب فاروقؓ شہکار کتاب فضل باب فاروقؓ
قرآن میں وصف ہے، نبیؐ کے ممدوح کیا پوچھتے ہو فضل جناب فاروقؓ

◈

لطف وکرم وسخا کے مصدر ہیں علیؓ علم نبوی کے باب و مظہر ہیں علیؓ
کس لطف سے بوتراب ملتا ہے لقب اصحاب نبی میں ایک گوہر ہیں علیؓ

◈

حق گو، حق پسند حق بیں ہے حسینؓ
صادق، صدیق، صدق آئیں ہے حسینؓ
جانِ اسلام و نورِ دیدۂ پیغمبر
الحق روح وروانِ مذہب ودیں ہے حسینؓ

◈

باطل کا سر غرور توڑا تونے
آخر تک حق سے منہ نہ موڑا تونے
گو خود بھی شہید تو ہوا اے شبیر
پر ظلم کو نیست کرکے چھوڑا تونے

◈

اُٹھ! نشو و نمائے روح ایمانی کر
تجدید مذاق دینی و ملّی کر
توحید کے فرزند! موحد ہوجا
زندہ پھر اسوۂ براہیمی کر

◈

یہ حسن و جمال ایسی پیاری صورت
ہے حق کی یہ خاص دستکاری صورت
کیا کھینچ گیا جناب باری صورت
کیا کہئے کہ کیا ہے یہ تمہاری صورت

◈

حالت ہے تباہ، پھر بھی عادت نہ گئی
الفت میں مٹے، مگر محبت نہ گئی
عالم میں ہر ایک بات بدلی لیکن
اس خوں شدہ دل سے تری چاہت نہ گئی

◈

آنکھوں میں تری ہو پیار اللہ اللہ
تو اور وفا شعار اللہ اللہ
ہے غیر پہ لطف، ایک انداز فریب
تو اور کسی کا یار! اللہ اللہ

◈

وہ حسن ملیح اور وہ روئے زیبا
چتون وہ غضب، گیسوئے پُرپیچ بلا
وہ سرو سا قد اور وہ نشیلی آنکھیں
اک فتنۂ دوراں ہے، وہ کافر بخدا

◈

تسبیح کے دن ہیں، تو مناجات کی رات
انوار کی بارش ہے، نزول برکات
رحمت ہے کہ بخشش پہ تُلی بیٹھی ہے
دامن بھرلے، ہیں مغتنم یہ لمحات

◈

ماہ رمضاں کہ رحمت مولیٰ ہے
خیر و برکات و مغفرت لایا ہے
ہے شان کریمی اپنے بندوں پہ نثار
بخشش ہے کہ لاتُعد ولا تحصیٰ ہے

◈

تجھ سے ہی کھلا ہے باب الفت اے دل
ہے تجھ ہی سے احساس مسرت اے دل
الفت ہے سرشت تیری اخلاص مزاج
رکھنا نہ کسی سے بھی کدورت اے دل

◈

آئینہ سا قلب باصفا ملتا ہے
دل میں اک دردِ جانفزا ملتا ہے
مٹ جاتے ہیں سارے ریب وشک کے امراض
حُبِّ نبوی سے دیکھو کیا ملتا ہے

◈

دل ملتا ہے، دل میں اک مزا ملتا ہے
جو درد ہے داروئے شفا، ملتا ہے
کیا حب رسولؐ کا صلا ملتا ہے!
حضرتؐ کی محبت سے خدا ملتا ہے!

◈

ظاہر پہ نگاہ رکھنے والے سب ہیں
جوہر کے یہاں پرکھنے والے کب ہیں
ہیں اہلِ بصیرت کہیں دو چار میں ایک
کیوں عرضِ ہنر کروں سب ایسے جب ہیں

◈

غمزہ تیرا عجیب ہے اے دنیا
تو بھی کیا خوش نصیب ہے اے دنیا
صوفی کا بھی دل فریب خوردہ تیرا
واعظ کی بھی تو حبیب ہے اے دنیا

◈

اے رمز شناسِ حق ! یہ پستی کیا ہے
واعظ ! یہ خیالِ عُجب و مستی کیا ہے
رندوں کو تو یوں نگاہِ نفرت سے نہ دیکھ
اے مردِ خدا ! یہ خود پرستی کیا ہے

◈

غم سہنے کو تیار ، یہ میرا دل ہے
سہنے کو ترے وار ، یہ میرا دل ہے
پامال بھی کر شوق سے ، ڈرتا کیا ہے
غیروں کا نہیں یار ! یہ میرا دل ہے

◈

کرنا تو نہ تھا یہ آہ کرنا ہی پڑا
آخر دل کو سیاہ کرنا ہی پڑا
رحمت کو تھی جستجو گنہگاروں کی
کرنا ہی پڑا گناہ کرنا ہی پڑا

◈

اللہ اللہ یہ دوستداری تیری
غمزہ تیرا ، فریب کاری تیری
زُہدِ صد سالہ کو بنا دیتی ہے کفر
آہ اے دنیا ! یہ ہوشیاری تیری

◈

مے نوش ہیں، خود ہی ساغر آنکھیں خود فتنہ ہیں خود سحر، فسوں گر آنکھیں
ہیں شوخ بھی، عیار بھی اللہ اللہ ! آفت ہیں، بلا ہیں، تری کافر آنکھیں

◈

عید آئی ہے اک جام پلا دے ساقی مجھ رند کی تشنگی مٹا دے ساقی
قیدِ رمضاں نے مار ڈالا ہے مجھے اس آبِ حیات سے جِلا دے ساقی !

◈

اس زہر بھرے جام کو پینا ہوگا اس زخم کو صبر کر کے سینا ہوگا
یہ رنج حیات ہے مقدر جب تک مرکھپ کے، کسی طرح ہو جینا ہوگا

◈

یوں عمرِ عزیز مفت کھوتے کیوں ہو بچوں کی طرح فضول روتے کیوں ہو
سختی کا مقابلہ کرو ہمت سے تقدیر سے ناامید ہوتے کیوں ہو

◈

ہے نقش بر آب جوئبارِ ہستی اک نام خزاں کا ہے بہارِ ہستی
فطرت کی ستم ظریفی اللہ غنی جی جان سے انساں ہے نثار ہستی

◈

آنکھوں میں بہت کچھ ہے وقارِ ہستی انساں کو بہت ہے اعتبار ہستی
سچ یہ ہے کہ اس وقت کھلیں گی آنکھیں جب ہوگا خزاں یہ لالہ زار ہستی

◈

وہ جام کہ جس سے ذوق ایماں بڑھ جائے — وہ جام کہ جس سے کیف ایماں بڑھ جائے
ساقئ صفا کیش! پلا وہ ساغر — سرشار پہ جس کے لطف یزداں بڑھ جائے

◈

طاعت میں اگر عمر بسر ہوجائے — ہم رُتبۂ قدسیاں بشر ہوجائے
یہ ہو نہ میسر تو ہے یہ بھی کافی — اک سجدہ خلوص سے اگر ہوجائے

◈

دو چار نفس یہ ہے مدار ہستی — کمزور ہے کس قدر یہ تار ہستی
وابستہ خزاں سے ہے بہار ہستی — پھر دل کو ہو خاک اعتبار ہستی

◈

نیرنگ نظر ہے تار و پود ہستی — بے نام و نشاں نام و نمود ہستی
اک حرف غلط زیان و سود ہستی — یعنی کہ نہیں کچھ بھی وجود ہستی

◈

ہستی اپنی ہے خار زارِ ہستی — یہ اپنا وجود ہے غبارِ ہستی
اس ہستئ تیرہ سے گزرنا ہوگا — جب ہوگی تجلی نگارِ ہستی

◈

اُٹھی وہ سیہ مست گھٹا اے ساقی! — میخوار ترا بہک چلا اے ساقی!
ہاں دیر نہ کر، بہر خدا دیر نہ کر — اک جام شراب جلد لا اے ساقی!

◈

چلنے لگی مستانہ ہوا اے ساقی ! — ہے چار طرف ابر گھرا اے ساقی!
توبہ کی ہے کیا فکر، چلے دور چلے — اللہ غفور ہے ، پلا اے ساقی !

◈

میخوار پکاریں تجھے ساقی ! ساقی !! — ہوں رند تغافل سے ملاقی ؟ ساقی !
مے کے لیے تشنہ کام مے کش ترسیں — میخانہ میں ایسی بد مذاقی ؟ ساقی !

◈

بھولا روش اہل رضا کیا اے دل — وہ حوصلہ تیرا ہوگیا کیا اے دل
حاصل اس سے تجھے، بتا کیا ہوگا — کرتا ہے زمانے کا گلہ کیا اے دل!

◈

یہ گردش بخت کی شکایت کیسی — محرومیٔ قسمت کی حکایت کیسی
بد دل نہ ہو، خوش دلی تو ساغر سے سیکھ — گردش میں اسے ملتی ہے لذت کیسی

◈

اے نفس دنی! راہ پر آجا اب بھی — کر مستیٔ غفلت سے کنارا اب بھی
تو ہاتھ سے کھو چکا بہت وقت عزیز — غافل! آ ہوش میں خدارا اب بھی

◈

ہے اصل حقیقت آشکارا اب بھی — مستوری اسے نہیں گوارا اب بھی
رہ مثل کلیم تو طلب میں صادق — ہوگا وہی طور پر نظارا اب بھی

◈

واضح نہیں عقل کا اشارا اب بھی — روشن نہیں علم کا ستارا اب بھی
انسان کی دسترس سے ہے دور بہت — دریائے حقیقت کا کنارا اب بھی

◈

دل کر نہ سکا تجھ سے کنارا اب بھی ہیں تیرے سبھی ستم گوارا اب بھی
غارت گر دل! اسے تغافل سے نہ توڑ ہے آس تری دل کا سہارا اب بھی

◈

مسلم ہوئی کیا وہ گرم جوشی تیری وہ سعئ عمل وہ سرفروشی تیری
حرکت پہ مدارِ زندگی ہے ناداں! تمہید فنا ہے یہ خموشی تیری

◈

برہم زنِ عقل و ہوش افسانہ ترا لبریز مئے ولا ہے پیمانہ ترا
حساس بھی نازک بھی تلوّن خو بھی انداز غضب ہے دل دیوانہ! ترا

◈

جو وقت ہے غفلت میں کٹا جاتا ہے یہ نقد خطیر سب لٹا جاتا ہے
پیمانۂ زندگی بھرا جاتا ہے کرنے کا جو کام ہے رہا جاتا ہے

◈

بزم شعرا میں گو غزل خواں ہوں میں دعویٰ یہ نہیں ہے کہ سخن داں ہوں میں
ہے پرتوِ مہر فیضِ عرفاںؔ سے شرف ذرّہ ہوں مگر ذرّۂ رخشاںؔ ہوں میں

◈

رخشاںؔ! ہوں میں تلمیذ جناب عرفاںؔ عرفاںؔ کو صوفیؔ سے ہوا ہے فیضاں
اور حضرت صوفیؔ کو ہے فیض غالبؔ غالبؔ سے ہے انتساب فخر رخشاںؔ

قطعات

❖

اے ہمدم دلسوز کہوں کیا کہ ہے کیا حال　　دل پر وہ گزرتی ہے کہ بتلا نہیں سکتا
حالِ دلِ صد چاک بتایا نہیں جاتا　　سینہ میں ہیں وہ داغ جو دکھلا نہیں سکتا
اب آ نہیں سکتا کبھی وہ عہد فراغت　　وہ غم ہے جو دل سے کبھی اب جا نہیں سکتا

❖

مری اُمید کی نازک سی کشتی　　تھپیڑوں پر تھپیڑے کھا رہی ہے
مگر بے خوف طوفان بلا میں　　خموشی سے وہ بہتی جا رہی ہے

❖

ترے قربان میں اے جذبۂ دل　　کشش تیری اثر دکھلا رہی ہے
چلا آتا ہے کوئی دھیمے دھیمے　　سکوتِ شب میں آواز آ رہی ہے

رونق گلوں کی مٹ گئی گلشن اُجڑ گیا
دو دن میں ہائے رنگ گلستان کو کیا ہوا
وہ آب و تاب یا سمن و گل کدھر گئی
صحن چمن میں سنبل دریحاں کو کیا ہوا
کیوں رندبادہ نوش ہیں محروم التفات
ساقی کے لطف ہائے فراداں کو کیا ہوا

مسلم ہلاک گردش دوراں ہے ان دنوں
دورِ فلک ، حریف مسلماں ہے ان دنوں
پنجابؔ میں ، بہارؔ میں دلّیؔ میں جو ہوا
سن سن کے دل کا حال پریشاں ہے ان دنوں

عجیب حال ہے ہندوستان میں سختی کا
جفا و جور سے حالت ہے مسلموں کی سقیم
تلاشیوں پہ تلاشی ہے گھر میں مسلم کے
کہ اس ''ضعیف'' کو سمجھا ہے حاکموں نے ''غنیم''
''برین گن'' کا تو کیا ذکر رائفل ہے بہت
قلم تراش بھی رکھنا ہے ایک جرم عظیم
ہوئے ہیں استرے بھی ضبط ، اسلحوں کی طرح
یہ احتیاط فراواں ! یہ بدگمانی و بیم !!
جنہوں نے خون بہایا ہے بے گناہوں کا
وہ گھر میں چین سے ہیں مثلِ صاحب دیہیم
اگر یہی ہے حکومت، یہی ہے عدل ان کا
تو ''ھند'' کی یہ حکومت ہے اک عذاب الیم

منقبت

درِ گنجینۂ علم نبی ہیں　　وہ فخر و نازش ہر منتہی ہیں
علیؓ ہیں رہنمائے راہ مقصود　　کلاہِ فخر و تاج ہر ولی ہیں
وہ اوصاف حسن کا ایک پیکر　　وہ اک مجموعۂ خُلق رضی ہیں
توکل کا وہ اک معیار کامل　　رضا و صبر کی شان جلی ہیں
صفا و صدق چہرے سے نمایاں　　جبیں کہتی ہے وقف سجدہ ہی ہیں
عمرؓ کا دست و بازو ان کی ہمت　　وہ صدیقؓ جماعت کے صفی ہیں
وہ اصحاب خلافت کے ہیں ہمدم　　شریک بزم عثمانؓ غنی ہیں
ہے ان کے وصف میں قرآن ناطق　　ہے فرمان نبیؐ وہ جنتی ہیں
ادھر بھی ہو ذرا چشم عنایت　　تمہارے فیض کے محتاج بھی ہیں
ولایت کی جو شمع منجلی ہیں　　علیؓ ہیں وہ علیؓ ہیں وہ علیؓ ہیں

علیؓ کے وصف میں کیا لکھے رخشاںؔ
جب ان کے مدح خواں خود ہی نبی ہیں

منقبت

اے حسینؓ ابنِ علیؓ ! اے شہ اربابِ وفا
صاحبِ صدق ویقیں پیکرِ تسلیم و رضا

پارۂ قلبِ علی ، نورِ نگاہ زہرا
قرۂ عین جناب شہ لولاک لما

شان یہ تیری کہ محبوبِ خدا کا محبوب
ہے بجا گر یہ کہوں تو بھی ہے محبوبِ خدا

تیرے اخلاق میں ہے خُلقِ نبی کا پَرتَو
روئے انور میں ترے روئے نبی کا جلوہ

لب و دنداں کے کبھی بوسے لیا کرتے تھے
غایتِ شفقت و رحمت میں حضورِ والا

کبھی آغوشِ محبت میں جگہ ملتی تھی
اور تھی دوشِ مبارک پہ کبھی آپ کی جا

حق میں جن کے یہ کہا جاتا تھا حق سے یارب
میں انہیں چاہتا ہوں تو بھی محبت فرما

اور امت سے یہ فرمایا سمجھنا مرے بعد
تم کتاب اور مری آل کو بس راہنما

یہ وہی ابنِ علیؓ ہیں یہ وہی سبطِ رسولؐ
یہ کئے جائیں شہید آہ! بصد ظلم و جفا

اک طرف آپ کے اعدا کی جمی فوج پہ فوج
اک طرف ہیں نفس چند ، توکّل بخدا

تشنہ و بے کس و مظلوم کو کرتے ہیں شہید
کس طرح چشمِ فلک تجھ سے ہے دیکھا جاتا

کیوں فلک پھٹ نہ پڑا کیوں یہ زمیں شق نہ ہوئی
دیکھ کر واقعۂ ہائلہ کرب و بلا

بس قلم روک بھی عثماںؔ! کہ جگر پھٹتا ہے
منقبت لکھ کے بھی تو ہو ہی گیا نوحہ سرا

منقبت

خیال مدحت والا مقام غوثؒ الاعظم ہے
زبان شوق میری اور نام غوثؒ الاعظم ہے!

محب سرورِ کونین، جان مصطفی، محبوب سبحانی
بھلا کیا پوچھتے ہو کیا مقام غوثؒ الاعظم ہے

قاتل کی نگاہوں میں یہ ٹھہری صاف بے ادبی
جو آلودہ زباں پر پاک نام غوثؒ الاعظم ہے

مراتب کیا بیاں ہوں، شان عالی کیا کہی جائے
بڑی سرکار ہے، گردوں مقام غوثؒ الاعظم ہے

ارادت ہو تو کیا کچھ مل نہیں جاتا اسی در سے
مثال ابر باراں، فیضِ عام غوثؒ الاعظم ہے

یہ فیض اتباع و حب سرکارؐ مدینہ سے
مقام قربت حق میں قیام غوثؒ الاعظم ہے

ہیں سرتاج اولیا کے، خاصۂ خاصانِ حق ہیں وہ
گروہ اصفیا میں احترام غوثؒ الاعظم ہے

ہو اس صہبائے صافی کی کرامت کیا بیاں آخر
حق آگاہی خواص خاص جام غوثؒ الاعظم ہے

خوشا وہ دن کہ جب کیفیت ایسی اپنی ہو رخشاںؔ!
کہے جو دیکھے یہ سرشارِ جام غوثؒ الاعظم ہے

کلامِ فارسی

●

دل نثارِ تو یا حبیبؐ خدا　　جاں فدائے تو یا رسولؐ اللہ
ہمہ عالم شدہ ست بقعۂ نور　　از ضیائے تو یا رسولؐ اللہ
خنک آں روضہ بادو خوش کہ دراں　　ہست جائے تو یا رسولؐ اللہ
دیدۂ شوق راست کحل بصر　　خاک پائے تو یا رسولؐ اللہ
اے خوش آں دل کہ می شود پراں　　بہوائے تو یا رسولؐ اللہ
دیدہ ہا فرشِ رہ زشوق و ادب　　زیر پائے تو یا رسولؐ اللہ
شق شدہ آسماں شبِ معراج　　از برائے تو یا رسولؐ اللہ
بر تو نازل شدہ صلوٰۃ و سلام　　از خدائے تو یا رسولؐ اللہ
حاصل آید رضاے خالق تو　　از ولائے تو یا رسولؐ اللہ
ہم رضائے خداست آں لاریب　　بر رضائے تو یا رسولؐ اللہ
ناز بر بخت چو چرا نہ کنیم　　ما گدائے تو یا رسولؐ اللہ
سرمۂ چشم ہست و خاکِ شفا　　خاک پائے تو یا رسولؐ اللہ
ہست پرتو سخائے صدیقؓ　　از سخائے تو یا رسولؐ اللہ
والہ و شیفتہ شدہ فاروقؓ　　بر ادائے تو یا رسولؐ اللہ
بہرہ وافر سید عثمانؓ را　　از حیائے تو یا رسولؐ اللہ
ہمہ تن باصفا علیؓ ولی　　از صفائے تو یا رسولؐ اللہ
ہمہ اصحاب انجم تاباں　　از ضیائے تو یا رسولؐ اللہ
عترت و آل تو ہمہ محبوب　　ز ولائے تو یا رسولؐ اللہ

چوں نہ نازد بہ خود کہ رخشاںؔ ہست
یک گدائے تو یا رسولؐ اللہ

●

از دل خیال صورت زیبا نمی رود — از لوح قلب نقش تمنا نمی رود
کیف و سرور از دل شیدا نمی رود — مخمور چشم تو پئے صہبا نمی رود
عمرے گزشت منزل غربت مقام ماست — یادِ دیارِ خود ز دلِ ما نمی رود
ہر چند محومی کنم از دل خیال خویش — نقش خودی زآئینۂ ما نمی رود
ناید اگر چہ در دل لیلیٰ خیال قیس — از یاد قیس طرۂ لیلیٰ نمی رود
تو بہر سیر گل روی آخر چہ حاجت است — خود گلستاں بہ سیر و تماشا نمی رود

صد دل شکار کر دو بہ رخشاںؔ نیامدہ
اوغم خورد کہ تیرِ تو برجا نمی رود

●

چرا از قیدِ خود آزاد کردی — چہ شد آخر کہ ایں بیداد کردی
دل ویرانہ ام آباد کردی — تو باشی شاد مارا شاد کردی
غم تو جاگزیں شد در دل من — زغم ہائے جہاں آزاد کردی
بہ یک جلوہ ربودی صبر و تقویٰ — دل و دیں جملہ را برباد کردی
دلم بشکستی از سنگ جفا، آہ — دل اغیار آخر شاد کردی
تصور! بر دلم نقشش کشیدی — رہا از منتِ بہزاد کردی
خجل شد گل بہ گلشن از رُخِ تو — زقد بے قدرئ شمشاد کردی
خرامت کردہ برپا صد قیامت — بیک جلوہ جہاں برباد کردی

مقام صبر را از دست دادی
عبث رخشاں ! تو ایں فریاد کردی

●

به دل نگفته بسے راز هائے من باقی است　　به لب رسیده و نا گفته صد سخن باقی است
ز یک وجود تو صد نزہت چمن باقی است　　نه تو بهار گل و لاله و سمن باقی است
خو شم که سر خوش پیمانه هائے دوشینم　　سرور و کیف مرازاں مئے کہن باقی است
دلم به ہجر تو چوں لاله خوں شده ست نگر　　بهار رفت وہماں رونقِ چمن باقی است
نگاهِ لطف نداری بمن ، بس است ہمیں　　چو بهر جور به خاطر خیالِ من باقی است
خزاں رسید بتاراج رفت لاله و گل　　بباغ بلبلِ وارفته نغمه زن باقی است
زسست کاری دستِ جنوں نگوں سارم　　بهار آمده و تارِ پیرہن باقی است
برفت جان و نه خالی سرم شداز سودا　　خیال طرّه آں زلف پر شکن باقی است
رسید جاں به لب من ، نرفت سودایت　　خزاں رسید و ہماں رونق چمن باقی است
روان من شدۂ یادِ تُست تا دمِ مرگ　　فرا مُشَت نه کنم جان تا به تن باقی است
رخ و عذار ولب لعل تو بهار چمن　　چه احتیاج گل و لاله و سمن باقی است
چو تیره روزیِ بختِ من است زلفِ سیاه　　امیدِ صبح ازاں روئے یاسمن باقی است

بهار رفته و رخشاںؔ ! چمن شده ویراں
یک عندلیب به گلزار ناله زن باقی است

●

نغمۂ هزار آمد، ابر کوهسار آمد مژده باد رنداں را ، موسم بهار آمد

برمرادِ ما رنداں لطف کردگار آمد وقت شاد کامیها است ، موسم بهار آمد

جامِ باده ده ساقی ! بادمیکده آباد تشنه کام ولب تشنه رند باده خوار آمد

زیر پاے تو جاناں ! آمدایں غبار من یافتم مراد خود خاک من به کار آمد

شبنم است یا باده ، جام هست یا لاله در چمن مئے و ساغر بهر مے گسار آمد

برجمالِ روئے تو ، بر فروغِ حسن تو گشته است دل قرباں، جاں چو خود نثار آمد

یار جلوه فرما شد ، گوئی حشر برپا شد جان بیقرار آمد ، آه دل فگار آمد

چشمِ ساحرت جاناں ! کرده فتنه ها برپا دل به اضطرار آمد، جان خود شکار آمد

دل مثالِ پروانه محوِ شمعِ حسنِ او بر هلالِ ابرویش جان و دل نثار آمد

از نگاهِ لطفِ تو دل شده ست پُر مایه از نسیم لطف تو شاخ من ببار آمد

راهِ صعب تر رفتم ، بود چوں طلب صادق نرم ترز برگِ گل زیر پائے خار آمد

من که صبرورزیدم ، روئے عافیت دیدم دردلم شکیبائی، طبع برقرار آمد

تابِ قهرِ تو یارب ! مشت خاک کے دارد
عفو جرمِ رخشاںؔ کن کوکه شرمسار آمد

●

جلوۂ آں گل بدنم آرزوست　　برق بہ تقویٰ زدنم آرزوست
چند دہی پند بہ صرفِ نظر　　اوست مرادم، چہ کنم آرزوست
از لبِ لعلت چکد آبِ حیات　　از لب تو یک سخنم آرزوست
زندگیم ہست کہ خود مرگ ہست　　بہر چرا زیستنم آرزوست
آہ کنم تا بکے ایں پاس وضع　　پارہ شدن پیرہنم آرزوست
دیدنِ آں خاک مرادِ نگاہ　　باز سوادِ وطنم آرزواست
مدتے شد گوش سماعت نہ کرد　　آں بت شیریں سخنم آرزوست
رنجہ ام از غیر دیار خودم　　ریگ درشت وطنم آرزوست
جان بہ لب آمدہ رخشاںؔ است بیں
کاش شدی زانِ منم آرزوست

●

سلام شوق بہ آں یار دلستاں برساں　　صبا ! تو حال نزارم بہ جانِ جاں برساں
دلم بہ ہجر چہ زار و چہ خوں فشاں چشم ست　　حضور دوست ز حالم یگاں یگاں برساں
بہ آں دیار رسی گر صبا ! ازیں مہجور　　سلامِ شوق برِ یار و دوستاں برساں
نسیمِ صبح ! کرم کن بر عندلیب قفس　　یکے تو نکہت جاں بخش بوستاں برساں
خطا چہ شد کہ فراموش کردی رخشاںؔ را !
زمن تو شکوہ بہ آں یار مہرباں برساں

●

اے کہ با عجز و نیاز از تو مرادے طلبیم　　بہر جمعیتِ دل از تو کشادے طلبیم
بر درِ تو بہمہ عجز و نیاز آمدہ ایم　　اے مراد دل ما از تو مرادے طلبیم
بہر ما یک نظر رحم تو صد نعمت ہست　　ما کہ با شیم کہِ ما از تو وِدادے طلبیم
دلِ حق بیں کن عطا چشم حقیقت بیں بخش　　طبعِ پا کے دہیم ، صاف نہادے طلبیم

زیں سخن رخشاںؔ! ازاں باز گہہ بذل و نوال
مابہ ایں حیلہ مگر توشۂ وزادے طلبیم

●

ما کہ باشیم کہ ما از تُو مرادے طلبیم　　مگر از شیوۂ انصاف تو دادے طلبیم
چشم فتّان تو کردست دل وجاں غارت　　ما ازیں جور و جفا خود زِ تو دادے طلبیم
شاد بادآں نشود غرقۂ اندیشۂ ما　　ماز دل شادیِ آں خاطرِ شادے طلبیم
بہر تحریر حکایات و حدیث دل خویش　　ما ازاں زلف وخط وخال سوادے طلبیم

بہر تاریکی شامِ الم و غم رخشاںؔ !
زاں قمر چہرہ فقط پرتوِ یادے طلبیم

●

بهتر از آزارِ الفت در جهاں آزار نیست
زار باشد یارب! آں دل کو بہ الفت زار نیست

باش تو اے فلسفی در بند اسباب و علل
ماخدا داریم مارا جُز خدا درکار نیست

زیر قدمت جاں نہادن ہست مقصود دلم
عاشقاں را دین وایماں جز رضائے یار نیست

کے شود خورشید پنہاں زیر دامانِ سحاب
ایں حجابِ برقع جاناں! مانِع دیدار نیست

کس نہ باشد درجہاں کز درد تو ناچار نیست
کیست کو بیمار آں، چشمِ خوشِ بیمار نیست

گرچہ دور اُفتادہ ام رخشاںؔ ! زبزمِ جان جاں
غائب از چشم تصور آں حریم یار نیست

قطعہ

شب تاریک راچہ نالہ کنم کہ دراں کشتہ کرد فکرِ مآل
روز خود شب شدہ ست در حق من روز و شب گشتہ در یکے منوال
روزہا گشت تار چوں دیجور شب چناں گوئی نیست بدر و ھلال
بختِ کج راچہ چارہ ہست ندیم ! سنگ را شیشہ کے کند صفّال
عمر ہا صرفِ علم کردم و حیف بہرہ ام نیست زاں سوائے ملال
پئے تحصیل رنجہا خوردم آہ ! اکنوں من و وساوسِ بال
گوئی تحصیل علم نے کردم صرف بازیچہ کردہ ام مہ و سال
جرم من چیست اے فلک ! آخر کہ نہ باور کنند عرض و مقال
نہ وقوفم بہ صرف و نحو افسوس نہ شناسم ''فعیل'' از ''افعال''
قدرتم نیست بر معانی حیف نہ کنم درک ''وصل'' و ''فصل'' ملال !!
خاصیت ہائے باب نے دانم نہ شناسم فروق ''فعل'' و ''فِعال''
نے مقامات و نے معلّقہ را دیدہ ام جز بہ چشمِ وہم و خیال
بہرہ ام نیست درلغات پارس فہم سعدیؔ و حافظؔ چہ مجال
نثر و نظمِ زبان اردو را نہ کنم فہم ! وائے قلت حال
کردہ ام فکر من کدام شبے نثر من کے شدہ بہ حسن و کمال
من نہ نقدے نوشتہ ام گاہے اندریں باب بہرہ ام ؟ چہ سوال

چہ قدر ہرزہ گو شدی رخشاںؔ !
چہ شود حاصلت زطولِ مقال

●

بندہ پرور! مرے دل کے حالات　　قابلِ غور ہوئے جاتے ہیں
ذکر کیا مہر و وفا کا کہ کچھ اور　　جَور پر جَور ہوئے جاتے ہیں
فیضِ ساقی ہے کہ بے جام و سبو　　دَور پر دَور ہوئے جاتے ہیں
اللہ اللہ! وفا کے بندے　　ہدفِ جَور ہوئے جاتے ہیں

●

نعت (بہ زمینِ غالب)

یا رب چہ دل پذیر بیانِ محمدؐ است　　گفتارِ سکّریں ز زبانِ محمدؐ است
او رحمتِ خداست پئے جملہ کائنات　　رافت بہ مومنین نشانِ محمدؐ است
از یک اشارہ کرد قمر را دوپارہ او　　ایں طرفہ ماجرا ز بُنانِ محمدؐ است
او حق نما و ہادئی حق، رہبرِ صواب　　جاری ہمیشہ حق بہ زبانِ محمدؐ است
"کوثر" کہ او مراد ز "خیرِ کثیر" ہست　　از کردگار خاص ازانِ محمدؐ است
حاصل شود رضائے خدا از رضائے او　　آن شخص را کہ مرتبہ دانِ محمدؐ است
او ہست اَفصحُ العَرَب و جامعُ الکلِم　　حکمت دُر و جواہرِ کانِ محمدؐ است
لاریب از شفاعتِ کبریٰ است سرفراز　　رخشاںؔ بلند رتبہ چہ شانِ محمدؐ است

غزل

بیچارۂ را بر دَرَت افتادہ بر خاکش نگر
چشمے بہ حالِ زارِ او، پیراہنِ چاکش نگر
اے آں کہ محوِ خود شدی، غافل زِ شیدا گشتۂ
آہ و فغانِ او شنو، واں چشمِ نمناکش نگر
گشتہ جہانے پُر صدا از شور و غوغائے فغاں
رفتہ است تا چرخِ کہن آوازۂ آہش نگر
در آئنہ خود را ببیں، مجبوریِ عشّاق بیں
گلگوں عذارے را ببین و روئے چو ماہش نگر
صد عشوہ ہائے دلربا، ہر ہر ادایش جانستاں
ابرو و مژگاں ہا بلا، واں چشمِ سفّاکش نگر
بے خوف و بے اندیشۂ او دلربائی می کند
در جاں ستانیہا غضب، بے ترس و بیباکش نگر
دل را زِ دستِ بیدلاں آساں ربودہ می رود
صد فتنہ ہا را در جلو ہمراہ در راہش نگر
غارت گر و آرامِ جان و دل برائے عاشقاں
دل ہا مثالِ طائراں بستہ بہ فتراکش نگر
رخشاںؔ برائے تو بہ دل دارد نیاز و مخلصی
او را چرا پنداشتی غیرے، ہوا خواہش نگر

●

جلوۂ طور بہ مشتاقِ تجلّی گوید
طالبِ جلوہ یکے نیست چو موسیٰ، چہ کنم
ہیچ تدبیرے نہ دانم کہ مرادے یابم
دلِ من آہ شدہ صرفِ تمنّا، چہ کنم
او کہ از خاطرِ خود کردہ فراموش مرا
از دلم می نہ رود، آہ خدایا! چہ کنم

غزل

دلِ من روکشِ صد لالہ زارے
بیا اے یار و بنگر ایں بہارے
خیالم محوِ روئے دوست دایم
ہمیشہ در نظر باغ و بہارے
شبم تاریک و روزم تیرۂ و تار
نصیبِ ما ہمیں لیل و نہارے
چہ سازم چارہ، تدبیرے نہ دانم
نہ صبرے ہست ما را، نَے قرارے
فغان و نالہ تاثیرے نہ دارد
دعائے صبح ہم ناکردہ کارے
شبم رنگیں بُد از یک روئے رنگیں
مرا صبحِ بہارے زاں عذارے
نہ مہرے در دلِ او، نے مروّت
مرا صبرے نہ بر دل اختیارے
نہ تابِ ضبط و نے در دل نشاطے
نہ جائے ماندن و راہِ فرارے
بہارِ جاوداں در گلشنِ عشق
خوشا ایں بے خزاں باغ و بہارے
مجالِ دم زدن در دل نہ ماندہ
شدہ مرضیِ من مرضیِ یارے!
کسے را دیدی از اندوہ خالی؟
ببیں ہم ماہِ تاباں داغدارے!
کجا دانند یاراں حالِ ما را
منم رخشاںؔ! واِیں شب ہائے تارے

❖❖❖

رشاد عثمانی کی دیگر اہم کتابیں

۱۔	روشن تہذیب	10/روپئے
۲۔	روشن حیات	20/روپئے
۳۔	نظریۂ ادب اور ادیب	20/روپئے
۴۔	اردو شاعری میں نعت گوئی	75/روپئے
۵۔	ادب کا اسلامی تناظر	100/روپئے
۶۔	تعبیر و تشکیل	200/روپئے
۷۔	نظریاتی ادب	100/روپئے
۸۔	شعرائے بھٹکل کی نعتیہ شاعری	150/روپئے
۹۔	کتابوں کے رنگ و بو	150/روپئے
۱۰۔	افکار و اقدار (ترتیب و تدوین)	100/روپئے
۱۱۔	خیابانِ خیال (ترتیب و تدوین)	250/روپئے
۱۲۔	شیرازۂ حیات (ترتیب و تدوین)	250/روپئے
۱۳۔	کلیات رخشاں ابدالی (ترتیب و تدوین)	300/روپئے
۱۴۔	ادبی نگارشات	151/روپئے
۱۵۔	عصری ادبی تناظر میں اردو کی صوفیانہ شاعری	(زیر ترتیب)

رابطہ:

مجلس مصنّفین، شانتی باغ، نیا کریم گنج، گیا (بہار)
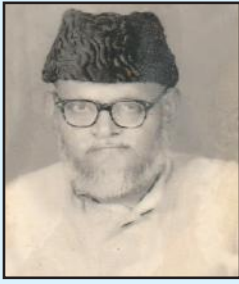
رخشاں ابدالی: مختصر تعارف

نام محمد عثمان، تخلص رخشاںؔ اور ابدالی خاندانی لقب ہے۔ رخشاں ابدالی 30 مئی 1908 کو قصبہ اسلام پور، ضلع پٹنہ (بہار) میں پیدا ہوئے۔ رخشاں ابدالی، مولانا سیّد شاہ محمد عبدالقادر ابدالی (سجادہ نشین خانقاہ اسلام پور، ضلع پٹنہ) کے چھوٹے فرزند تھے۔ مدرسہ اسلامیہ (بہار شریف) سے سند فراغت حاصل کی۔
عرفان اسلام پوری تلمیذ حضرت صوفی منیریؒ شاگرد حضرت غالب دہلوی سے تلمذ حاصل کی۔
1947 میں ہجرت کر کے کراچی منتقل ہو گئے تھے۔
رخشاں ابدالی کی ادبی نگارشات شعر اور نثر دونوں میں ہیں۔ ظریفانہ مضامین بھی لکھے۔ لیکن نثر میں ان کا سب سے اہم کام وہ ادبی و تحقیقی مقالات ہیں جو ندیم گیا، گنجینہ پٹنہ، معارف اعظم گڑھ، یادگار لاہور، ماہنامہ قومی زبان، سہ ماہی اردو کراچی، مخزن لاہور اور الحمرا لاہور میں شائع ہوتے رہے ہیں۔
رخشاں ابدالی کی شاعری ایمان و یقین کی شاعری ہے۔ فلسفہ و تصوف سے اچھی طرح آشنا تھے۔ عرفان ذات تک پہنچے اور انسانیت تک رسائی حاصل کی۔ انسان کے مقصد وجود کو روشن کیا۔ ان کے ہم عصر شعرا میں فیض احمد فیض (1910-1984)، پرویز شاہدی (1910-1968)، مجاز (1911-1955)، احسان دانش (1913-1982)، جاں نثار اختر (1914-1976)، غلام ربانی تاباں (1914-1973) اور اختر الایمان (1915-1996) جیسے مشاہیر میدانِ شعر و ادب میں سرگرم عمل تھے۔
’کلیات رخشاں ابدالی‘ کی ترتیب و تدوین میں ڈاکٹر شاہ رشاد عثمانی نے بڑی تحقیق و جستجو سے کام لیتے ہوئے، رخشاں ابدالی کے بکھرے ہوئے کلام کو بڑی محنت سے جمع کیا ہے۔ اس میں رخشاں ابدالی کی حیات اور شاعری پر ان کا ایک وقیع مضمون بھی شامل ہے۔
رخشاں ابدالی کراچی کی قدیم بستی لیاری کے علاقہ بہار کالونی میں تا حیات سکونت پذیر رہے۔ 25 اپریل 1982 کو انتقال ہوا اور کراچی کے شیر شاہ قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔

اپلائڈ بُکس
APPLIED BOOKS
1739/10 (Basement), New Kohinoor Hotel, Pataudi House
Darya Ganj, New Delhi-110002
Tel.: 011-23266347 Email: appliedbooks@gmail.com
ISBN 938323991-3
9789383239917
Rs: 400/-